

انسانی حقوق کی صورتِ حال کے بارے میں گفتگو
موضوع: "عوام کے لیے حکومت: بدعنوانی کو ختم کرنا"
اسسٹنٹ سکرپٹری آف اسٹیٹ فار ڈیموکریسی، ہیومن رائٹس اینڈ لیبر ٹام مالینوسکی،
مع
شروتی شاہ، جین پیسمے، اور ہیدر لو،
میزبان: نیٹھینیل ہیلر

3 ستمبر، 2014
OpenGov Hub
واشنگٹن ڈی سی

مسٹر ہیلر: آپ سب کا شکریہ۔ OpenGov Hub میں خوش آمدید۔ آپ میں سے جو لوگ پہلی بار یہاں آئے ہیں، ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جہاں آپ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، یہ 29 مختلف غیر سرکاری تنظیموں اور کمپنیوں کی مل جُل کام کرنے والی کمیونٹی ہے جو بہت عمومی انداز سے شہریوں کی شراکت اور شفافیت کے مسائل پر کام کرتی ہے۔ لہذا ان لوگوں کو خوش آمدید جو اس سے پہلے یہاں نہیں آئے۔ جو لوگ پہلے یہاں آچکے ہیں، ان کو خوش آمدید، خاص طور سے ان چار افراد کو جو یہاں یہ پروگرام پیش کریں گے۔

میرے پاس وہ نکات موجود ہیں جن پر ہمیں بات کرنی ہے۔ وقت کو بچانے کے لیے میں کوشش کروں گا کہ تیزی سے ان کا خلاصہ بیان کر دوں۔ میرا نام نیٹھینیل ہیلر (Nathaniel Heller) ہے اور میں گلوبل انٹیگرٹی کے لیے کام کرتا ہوں، جو یہاں اس مرکزی مقام پر کام کرنے والا ایک گروپ ہے۔ اور اس پینل کی طرف سے، امریکی محکمہ خارجہ کی طرف سے، میں یہاں موجود ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس پروگرام کے لیے آئے ہیں جسے ہم نے نام دیا ہے، عوام کے لیے حکومت: بدعنوانی کو ختم کرنا۔ اس پروگرام کا اہتمام امریکی محکمہ خارجہ نے عالمی بنک، گلوبل انٹیگرٹی، ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل، اور گلوبل فائینشل انٹیگرٹی کے قریبی اشتراک سے کیا ہے۔

اس پروگرام میں پینل کے ہر رکن کے طرف سے مختصر افتتاحی کلمات پیش کیے جائیں گے۔ اس کے بعد میں پینل کے ارکان سے چند سوالات کے ساتھ ایک مکالمے کا آغاز کروں گا۔ ان سوالات کا تعلق ان کے ابتدائی کلمات سے ہوگا۔ اس کے بعد اس اجلاس کو حاضرین کے لیے، اور آن لائن ناظرین اور سامعین کے لیے کھول دیا جائے گا۔ ایک پوری ٹیم ٹوئٹر کو مانیٹر کر رہی ہے۔ لہذا وہ لوگ جو Twitter-verse کی دنیا میں ہیں، وہ بلا تکلف کسی بھی وقت #StateofRights hashtag کو اپنے سوالات پیش کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ سائٹ پہلے ہی خاصی مصروف ہے، لہذا آپ جتنی جلدی چاہیں، اسے استعمال کرنا شروع کر دیں۔ اور وہ سوالات اس طلسمی آلے کے ذریعے جو یہاں رکھا ہے، مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ آج کے پروگرام کے لیے مزید وسائل humanrights.gov/StateofRights میں اس پروگرام کے ڈیجیٹل آرکائو میں بھی دستیاب ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ مجھے ٹام مالینوسکی کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے جن کے بارے میں، مجھے یقین ہے کہ آپ سب جانتے ہیں کہ حقوق، انسانی حقوق اور حکومت کے اندازِ کار اور شفافیت کے معاملات میں ان کی خدمات کا ریکارڈ کتنا طویل اور کتنا شاندار ہے۔ وہ اب امریکی محکمہ خارجہ میں ڈیموکریسی، ہیومن رائٹس، اینڈ لیبر کے اسسٹنٹ سکرپٹری ہیں۔ یہ ایک ولولہ انگیز تجربہ ہے۔ میں بہت دور سے ان کا مداح رہا ہوں، لہذا آج مجھے یہاں آپ کو اپنے درمیان دیکھ کر مجھے عجیب سی مسرت کا احساس

ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں یہاں ہر ایک آپ کو سننے کے لیے بے چین ہے (بنسی)۔ ہر ایک کے دل میں گویا گد گدی سی ہو رہی ہے (بنسی) میں یہ بات محاورتاً کہہ رہا ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم سب آپ کو سننا چاہتے ہیں۔ جی ہاں، یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اور ٹام، میں آپ پر ہی تکیہ کروں گا کہ آپ ہمیں اصل موضوع کی طرف لے جائیں گے۔ آپ ہمیں بتائیں گے کہ کس طرح آپ سب لوگ جو امریکی حکومت میں کام کرتے ہیں، کس طرح حکومت کے انداز کار اور کرپشن کے مسائل کو اب انسانی حقوق کے ایک مسئلے کی شکل دینے کی کوشش کر رہے ہیں، اور آپ کے خیال میں یہ دو ایجنڈے کس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ لہذا میں درخواست کروں گا کہ آپ ابتدا کریں، اور پھر دوسروں کی باری آئے گی، اور میں ساتھ ساتھ ان کا تعارف کراتا جاؤں گا۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: نیتھینیل، آپ کا بے حد شکریہ۔ یہاں آنے اور اس مباحثے میں شرکت کے لیے آپ سب کا شکریہ۔ میرے خیال میں، لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد دنیا بھر میں، اس پروگرام کو آن لائن، دیکھ رہی ہے۔ مثلاً، میرا خیال ہے کہ البانیہ میں ایک اجتماع میں ہمیں دیکھا جا رہا ہے۔ لہذا، میں وہاں آپ سب کو، اور یہاں جو لوگ موجود ہیں، ان سب کو ہیلو کہنا چاہتا ہوں۔

آپ کے سوال کے جواب میں، میں یہ کہوں گا کہ ان ملکوں میں جن کی فکر مجھے راتوں کو جگائے رکھتی ہے، انسانی حقوق اور کرپشن دراصل ایک ہی مسئلے کے دو نام ہیں۔ یہ کوئی الگ الگ چیزیں نہیں ہیں جو آپس میں جڑ گئی ہیں۔ مسئلہ ایک ہی ہے۔ اگر آپ نائجیریا میں ایک غریب دوکاندار ہیں جو مارکٹ میں اپنی جگہ بچانے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہے، یا اگر آپ روس میں کوئی مالدار کاروباری شخصیت ہیں جو ٹیکس میں دھوکہ دہی کے کسی منصوبے کا بھانڈا پھوڑ دینے پر قتل کر دیا جاتا ہے، تو دراصل دونوں کا مسئلہ ہو بہو ایک جیسا ہے۔

اور اگر آپ دنیا بھر میں آمرانہ حکومتوں پر نظر ڈالیں، تو ان میں حکومت چلانے کا بنیادی اصول کرپشن ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ڈکٹیٹر اقتدار سے چمٹے رہتے ہیں یہ وہ گوند ہے جو انتظامیہ کے لوگوں کو باہم چپکائے رکھتا ہے، اس لیے کہ حکومت کے اندرونی حلقوں کا جزو بننے کے لیے آپ کا بد عنوان ہونا ضروری ہوتا ہے اور بد عنوان ہونے کی وجہ سے، آپ کے اصل آقا کو آپ پر اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر آپ کبھی اس کے خلاف جانے کی کوشش کریں تو وہ اس اختیار کو آپ کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے گذشتہ چند برسوں میں بار بار دیکھا ہے، یہی وہ چیز ہے جسے جمہوریت اور انسانی حقوق کے لیے جنگ کرنے والے لوگ عوام کو اکٹھا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تونس ہو یا روس یا چین یا برما، لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے کوئی اور چیز اتنی موثر نہیں ہوتی۔ بد عنوانی ہی وہ چیز ہے جو عوام کو جمہوریت، قانون کی حکمرانی، اور جوابدہ حکومت کے قیام کے لیے اکساتی ہے اور انہیں متحد کرتی ہے۔

اور میرے خیال میں، اوباما انتظامیہ کی یہ ایک انتہائی اہم خصوصیت رہی ہے کہ اس نے انسانی حقوق کی پامالیوں اور غیر جمہوری حکومتوں کا توڑ کرنے کے لیے، بد عنوانیوں کی متعلقہ کڑیوں پر بھر پور توجہ دی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ اول تو یہ کہ کسی بھی سیاسی کلچر یا معاشرے میں کرپشن کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ہر ایک کو اس کے خلاف ہونا پڑتا ہے۔ ایسی حکومتیں بھی ہیں جو صحافیوں کو گرفتار کرنے یا انٹرنیٹ کو بند کرنے یا دوسری بہت سی خوفناک چیزوں کے جواز پیش کرتی ہیں، لیکن چوری چکاری کو کوئی جائز قرار نہیں دے سکتا۔ تو یہ تو ہوئی پہلی بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ بد عنوانی کی مخالفت ایسی چیز ہے جس پر آبادی کے وہ تمام طبقے متحد ہو جاتے ہیں جن میں ڈکٹیٹرز پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا بحرین میں یا عراق میں آپ سنی ہوں یا شیعہ، یہ ایسی چیز ہے جو سب کو متحد کر دیتی ہے۔ آپ شمالی نائجیریا کے رہنے والے ہوں یا جنوبی نائجیریا کے، یہ چیز آپ کو ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے۔ روس میں قوم پرست ہوں یا لیبرل لوگ، ان سب کو پیوٹن حکومت کا کرپشن نا گوار گذرتا ہے۔

اور میرے خیال میں دنیا کے بیشتر لوگ یہ بات تسلیم کریں گے کہ کرپشن کے خلاف بین الاقوامی سطح پر اقدام کرنا جائز ہو گا کیوں کہ بد عنوانیوں سے حاصل کیا ہوا پیسہ بنکاری کے بین الاقوامی نظام کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ اور مثال کے طور پر، روس میں رائے عامہ کے جائزوں سے مسلسل یہ بات سامنے آئی ہے کہ جب کبھی بیرونی حکومتیں خالصتاً انسانی حقوق اور جمہوریت کے مسائل پر ان کے ملک پر دباؤ ڈالتی ہیں تو عام روسی اس بات پر خوش نہیں ہوتے لیکن جب کبھی ہم ان بد عنوان اور باختیار لوگوں پر پابندیاں عائد کرتے ہیں جو اپنی دولت کو فرنچ روپرا یا لندن یا امریکہ کو منتقل کرتے ہیں، تو وہی روسی عوام بہت خوش ہوتے ہیں۔

لہذا ہم اس انتظامیہ میں بڑے غور سے اس چیز پر نظر ڈالتے رہے ہیں۔ ہم اپنی کوششوں میں کیسے اضافہ کر سکتے ہیں؟ ہم بہت کچھ کر رہے ہیں، اور کرتے رہے ہیں، ہمارے اتحادی اور شراکت دار ممالک بھی بہت کچھ کرتے رہے ہیں، لیکن کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم سب نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ ہم نے دنیا بھر میں بدعنوان اور آمرانہ قیادت سے نمٹنے کے لیے جو طریق کار اور وسائل مختص کیے ہیں، ان کی حیثیت بعض اوقات غیر ملکی لیڈروں کے لیے جان کی خلاصی کے ٹیکس کی سی ہو جاتی ہے۔ ہم اس وقت بہت موثر ہوتے ہیں جب یو کرین کے یانوکوچ جیسا کوئی شخص باہر جانے والا ہوتا ہے۔ اور میرے خیال میں سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ اس قسم کا لمحہ آئے، ہم کس طرح زیادہ موثر طریقے سے کام کر سکتے ہیں۔

اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں ہم بات کر سکتے ہیں۔ منافع بخش کاروبار کی ملکیت کے بارے میں خود اپنے قانون میں اصلاح کرنا، امریکہ میں ٹیکس کی ادائیگی سے بچنے کے لیے شیل کمپنیوں یعنی دکھاوے کی کمپنیوں کے قیام کو اور زیادہ مشکل بنانا تا کہ ہم دوسرے شعبوں میں زیادہ موثر انداز سے اس کا توڑ کر سکیں، ہمارے انصاف اور خزانے کے محکمے کے پاس جو طریقے دستیاب ہیں انہیں استعمال کرنا اور جب ہمیں ایسے پیسے کے لین دین کا پتہ چلے جس کا تعلق کرپشن سے ہے، تو بنکوں کے ساتھ اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرنا جو اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے بنیادی سطح پر کام کر رہی ہیں۔ یہ ہماری بڑی ترجیح ہے۔ میرا خیال ہے کہ مستقبل میں یہ چیز ہماری اور زیادہ اہم ترجیح کی شکل اختیار کر لے گی۔

شکریہ۔

مسٹر بیلر: بہت خوب۔ ٹام، آپ کا بے حد شکریہ۔ اب ہم شروتی شاہ کی طرف چلتے ہیں۔ مجھے آپ کا سرکاری، فیئسی عہدہ یاد نہیں آ رہا ہے۔ ہاں، یاد آیا، آپ ٹرانس پیئرینسی انٹرنیشنل یو ایس اے کی سینیئر پالیسی ڈائریکٹر ہیں۔ ڈی سی میں رہنے والوں کے لیے، شروتی ان مسائل پر، کمیونٹی میں باقاعدگی سے اظہار خیال کرتی رہتی ہیں۔ لہذا، سلائیڈ دکھانا شروع کر دیجیئے۔

مز شاہ: آپ کا بہت شکریہ۔ اور سب لوگوں کو گڈ مارننگ۔ اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ، اسسٹنٹ سگریٹری مالدینوسکی، اور میرے ساتھ شامل پینل کے معزز ارکان، اور آپ سب کا شکریہ جو یہاں اس گفتگو میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میری تنظیم، ٹرانس پیئرینسی انٹرنیشنل یو ایس اے، کاروبار، حکومت، اور بین الاقوامی ترقیاتی کاموں میں کرپشن کم کرنے کے لیے کام کرتی ہے۔ اور ہمیں پتہ چلا ہے کہ ہمارے کام میں، بدعنوانی کے خلاف جنگ کا انسانی حقوق کے لیے جنگ کا، چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ کرپشن سے حکومتوں کی انسانی حقوق کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر پولیس فورس بد عنوان ہے، تو آپ سب کی سلامتی کو یقینی نہیں بنا سکتے۔

کرپشن کے بارے میں پینل میں شریک میرے ساتھی بہت سے اعداد و شمار پیش کریں گے، لیکن مجھے اقوام متحدہ کے ہیومن رائٹس آفس کے اعداد و شمار خاص طور سے بڑے با معنی لگے۔ ان میں کہا گیا ہے کہ ہر سال کرپشن میں جو پیسہ ضائع ہوتا ہے اس سے 80 بار دنیا بھر کے بھوکے لوگوں کا پیٹ بھرا جا سکتا ہے، آپ نے سنا، 80 بار۔

میرے پاس تین سلائیڈ ہیں جن میں دنیا کے تین مختلف حصوں میں کرپشن کے تین مختلف پہلو دکھائے گئے ہیں اور اس سے صحیح معنوں میں کرپشن اور انسانی حقوق کے مسائل کے درمیان تعلق واضح ہوتا ہے اور میں نے سوچا کہ ان مثالوں سے اس مسئلے کو بہتر طور سے سمجھا جا سکے گا بجائے اس کے کہ میں صرف تقریر کرتی رہوں۔

تو آئیے بات بھارت سے شروع کرتے ہیں، وہ ملک جہاں میں پلی بڑھی۔ مجھے پتہ نہیں کہ آپ میں سے کتنے لوگوں نے کامن ویلتھ گیمز کے بارے میں سنا ہے، لیکن یہ دنیا میں کھیلوں کے تیسرے سب سے بڑے مقابلے ہوتے ہیں۔ 2010 میں یہ بھارت میں منعقد ہوئے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ بھارت کو ایک ابھرتی ہوئی اقتصادی طاقت کے طور پر پیش کیا جائے۔ بدقسمتی سے ایسا بالکل نہیں ہو سکا۔ کھیلوں کے بارے میں بدعنوانیوں، اسکینڈلوں اور خراب کام کی رپورٹیں آتی رہیں۔ بھارت کے سینٹرل وجیلنس کمیشن نے کہا کہ تقریباً تمام ٹھیکے داروں نے اپنے اخراجات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور جو کام کیا اس کی کوالٹی بہت خراب تھی۔ ان کھیلوں پر اصل اندازوں کے مقابلے میں نو گنا لاگت آئی۔ اور اس کے علاوہ، انسانی محنت کا بھی بہت نقصان ہوا۔ بہت سے مزدور، 150 سے بھی زیادہ، کام کرتے ہوئے ہلاک ہو گئے اور بہت سے پراجیکٹس کی تکمیل میں بچوں سے مشقت لی گئی، جن کی اجرت تین ڈالر روزانہ سے بھی کم تھی۔

آئیے اب دنیا کے ایک مختلف حصے کی طرف چلتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، نائجیریا زیر زمین نکالے جانے والے وسائل کے لحاظ سے ایک مالدار ملک ہے۔ افریقہ میں یہ سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک ہے، اور تیل کی اس دولت سے کروڑوں لوگوں کو غریبی سے نجات مل سکتی ہے۔ بدقسمتی سے، افرادی قوت کی ترقی کے لحاظ سے نائجیریا کی حالت بہت خراب ہے۔ ملک کے بیشتر حصے میں غربت کا دور دورہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ نائجیریا میں بچوں کی اموات کی شرح بنگلہ دیش سے تقریباً تین گنی ہے، جب کہ بنگلہ دیش بھی بہت غریب ملک ہے۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مالنوسکی نے جو کچھ کہا اس کی روشنی میں، اور مملکت کے اثاثوں کی چوری کے حوالے سے، یوکرین ایسا ملک ہے جس کا حال ہی میں خبروں میں بہت چرچا رہا ہے۔ اس سال کے اوائل میں، یوکرین کے نئے وزیر اعظم نے کہا تھا کہ ملک کے خزانے سے 37 ارب ڈالر کی رقم غائب ہے، اور یہ ایسی حالت میں ہے جب یوکرین کے عام آدمی کی ماہانہ اوسط تنخواہ 500 ڈالر ہے۔ اس سے بات واضح ہو جاتی ہے۔۔۔ اور ہم نے یانوکوویچ کی عظیم الشان املاک کے بارے میں بہت سی مختلف خبریں اور رپورٹیں بھی دیکھیں۔ اور ہم نے پتہ چلایا کہ اس جائداد کی جزوی مالک ایک برطانوی شیل کمپنی ہے۔ اس سے دراصل پتہ چلتا ہے کہ کرپشن کے پھیلاؤ میں شیل کمپنیوں کا اثر و رسوخ کتنا زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ، میں اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ ایک بار فنڈز چُرا لیے جائیں تو انہیں بازیاب کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ مصر میں حسنی مبارک نے اربوں ڈالر خرد برد کیے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض اندازوں کے مطابق، یہ رقم 70 ارب ڈالر تک جاتی ہے۔ لیکن صرف ایک یا دو ارب ڈالر کا سراغ لگ سکا ہے اور اس رقم کو منجمد کر دیا گیا ہے، اور واپس کی جانے والی رقم اس سے بھی کم ہے۔ تو اس داستان کے بعد، میں سمجھتی ہوں کہ یہ مناسب وقت ہے کہ مائیکروفون جین پیسمے کے حوالے کر دیا جائے (ہنسی)۔

مسٹر ہیلر: شکریہ۔ جو لوگ انہیں نہیں جانتے، ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جین پیسمے، چوری کیے ہوئے اثاثوں کی بازیابی کے پروگرام کے کوآرڈینیٹر ہیں جو عالمی بینک کا ایک پروگرام ہے۔ یہ پروگرام کئی لحاظ سے عالمی سطح پر بہت سے ملکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے گذشتہ

10 یا 15 برسوں میں اس ایجنڈے پر نظر رکھی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ وہ سودا ہے جو دنیا میں شمال اور جنوب کے ملکوں کے درمیان ہوا ہے اور یہ سودا مسروقہ اثاثوں کی بازیابی (SAR) اور اس جیسے دوسرے پروگراموں کی وجہ سے قائم رہا ہے۔ ہوا یہ ہے کہ بنیادی طور پر جنوب نے کہا ہے کہ ہاں، ہم بدعنوانی کے بارے میں اپنے طور طریقوں میں بہتری لائیں گے، بشرطیکہ آپ ہمارا پیسہ ہمیں واپس دلانے میں ہماری مدد کریں۔ اور یہ کام جین کا ہے (بنسی)

مسٹر پیسے: آپ کا شکریہ کہ آپ نے مسئلے کی وضاحت کر دی۔ سب سے پہلے تو مجھے یہاں مدعو کرنے پر شکریہ (بنسی)۔ مجھے تو تنخواہ اسی بات کی ملتی ہے کہ ہم کتنا پیسہ بازیاب کرتے ہیں (بنسی)۔ میں یہ بات مذاق میں کہہ رہا ہوں۔ تو سب سے پہلے تو دعوت نامے کے لیے بے حد شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ ان مسائل پر بات چیت کے لیے یہ بڑا اچھا موقع ہے۔

تو مجھے اس معاملے پر کچھ عالمی بنک کی بات کرنے دیجیئے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اول تو یہ کہ کرپشن اور ترقیاتی سرگرمیوں کے درمیان ایک واضح تعلق موجود ہے، اور آپ نے اس معاملے کو اٹھایا اور اس کا جو خلاصہ پیش کیا، وہ مجھے پسند آیا۔ میرے خیال میں اس وقت ہمارے سامنے جو ایک بہت اچھی مثال موجود ہے، وہ تونس کی ہے۔ عالمی بنک نے حال ہی میں ایک دستاویز جاری کی جس میں کہا گیا کہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ بن علی کے گھرانے نے تونس کی معیشت کے 30 فیصد حصے پر کنٹرول قائم کر لیا تھا۔ یہ ہے وہ چیز جسے ہم مملکت کی طرف سے معیشت پر قبضہ کہتے ہیں ٹھیک ہے ہم پیسے کی بات کر سکتے ہیں، چھوٹی موٹی بد عنوانیوں کی بات کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں جب آپ بڑے پیمانے پر کرپشن کی بات کرتے ہیں، تو اس کا تعلق سرکاری عہدے داروں کی اس صلاحیت سے ہوتا ہے جس کے سہارے وہ معیشت کے ایک حصے پر اپنے ذاتی فائدے کے لیے کنٹرول حاصل کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں کیا کیا جائے۔

لہذا ہمارے پاس جو اندازے ہیں، اور ان پر بحث ہو سکتی ہے، ان کے مطابق ہر سال 20 سے 40 ارب ڈالر ترقی پذیر ملکوں میں کرپشن کی نذر ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ وسائل ہیں جو ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ وسائل ہیں جن کے ذریعے آپ کتنے ہی لوگوں کو ٹیکے لگاتے، کتنے ہی گھروں میں پانی کے نل لگواتے۔ لیکن میرے خیال میں اس سے بھی بڑھ کر یہ احساس ہے کہ بعض لوگوں پر قانون کا اطلاق نہیں ہوتا اور انہیں ہر قسم کی سزا سے استثناء حاصل ہے۔ یہ وہی چیز ہے جو آپ سیاسی زاویے سے بیان کر رہے تھے، یعنی یہ کہ ان حالات میں سماجی کنٹریکٹ کی بقا خطرے میں پڑ جاتی ہے، اور اس صورت حال کو قائم نہیں رکھا جا سکتا۔

تو اب ہم ابتدا کرتے ہیں۔ ہم اس مسئلے کو ایک بہت تنگ زاویے سے دیکھ رہے ہیں یعنی بد عنوانیوں کے خلاف وسیع تر کوشش میں پیسے کا عمل دخل۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب متفق ہیں کہ بہترین صورت تو یہ ہوگی کہ کسی قسم کا کوئی کرپشن موجود ہی نہ ہو۔ لیکن ہمیں حقیقت پسندی سے کام لینا چاہیئے، بد عنوانی موجود ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ہم اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے کیا کریں۔ اور یہ سمجھنے کے لیے ہمارے سامنے جو ایجنڈا ہے وہ کتنا بڑا ہے، ہمیں یہ اعداد و شمار یاد رکھنے چاہئیں کہ ہر سال 20 سے 40 ارب ڈالر غائب ہو جاتے ہیں۔ 2006 سے اب تک، ہمارا اندازہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ 50 کروڑ ڈالر کی رقم بازیاب کی گئی ہے اور 2 ارب ڈالر منجمد کر دیے گئے ہیں۔ ہر ایک کے اندازے کے مطابق جو کچھ ہو رہا ہے، اور بازیابی کے امید کے ساتھ جو اثاثے منجمد کیے جا رہے ہیں اور جو واقعی بازیاب ہوئے ہیں، ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

لہذا ہم سب کو اور زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ٹام نے پہلے اسی نکتے پر زور دیا تھا۔ یہ کام اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب عالمی سطح پر اقدام کیا جائے۔ اس کا تعلق حکومت سے ہے، مالی مراکز سے ہے۔ انہیں اور زیادہ کام کرنا چاہیئے۔ انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ ان کے مالیاتی نظام بد عنوانی سے حاصل کیے ہوئے ان اثاثوں کو اتنی آسانی سے قبول نہ کریں جتنا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ یہ کام ترقی پذیر ملکوں کو کرنا چاہیئے۔ ان میں سے کچھ ملک سرکاری عہدے داروں کے خلاف اتنی

سرگرمی سے کارروائی نہیں کرتے جتنی انہیں کرنی چاہیئے۔ ٹھیک ہے، یہ بہت مشکل کام ہے کہ حکام کو خود اپنے ہی ناجائز کاموں کی تفتیش کے لیے مجبور کیا جائے۔ جب ہر چیز مملکت کے کنٹرول میں ہوتی ہے، تو آپ کچھ زیادہ نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی، بعض ایسے طریقے ہیں جنہیں باہر سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سلسلے میں، میں سول سوسائٹی کے امکانی کردار کی بات کروں گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اور فی الوقت جو مسائل درپیش ہیں ان میں ایک وہ ہے جس پر ہم مالی مراکز میں بات کرتے رہتے ہیں، یعنی مالی نظام میں املاک کی ملکیت میں شفافیت۔ یہ چیزیں بد عنوانی کی روک تھام اور اثاثوں کی بازیابی کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کاروباری اداروں کو زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ پس میرے خیال میں، ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کاروباری اداروں کی طرف سے، خاص طور سے صنعتی اداروں کی طرف سے، کوششوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ احساس بیدار ہو رہا ہے کہ کرپشن ان پر ایسا ٹیکس ہے جس کی روک تھام کے لیے انہیں کچھ کرنا چاہیئے۔ اس معاملے میں B20 سرگرم رہی ہے۔ ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس معاملے میں ایک فریق ایسا ہے جس سے ہم کچھ زیادہ سننا چاہتے ہیں۔ یہ مالی سیکٹر ہے اور ہم جاننا چاہتے ہیں کہ مالی سیکٹر کا رول کیا ہے لہذا یہ کوئی ایسا کھیل نہیں ہے جس میں بنکوں کو مورد الزام ٹھہرا یا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے بنک صحیح معنوں میں کوششیں کر رہے ہیں۔ پھر بھی میرے خیال میں مالی سیکٹر میں کوئی ایسی اجتماعی تنظیم نہیں ہے جو یہ طے کر سکے کہ اور کیا کچھ کیا جا سکتا ہے، اور سب ادارے اس میں کس طرح کرپشن سے حاصل ہونے والی دولت کا سراغ لگانے کی کوششوں میں شریک ہو سکتے ہیں۔

اور پھر سول سوسائٹی کا رول ہے۔ اور میرے خیال میں اثاثوں کی بازیابی کے لحاظ سے، اس کام کے لیے آواز اٹھانے میں، کرپشن کے خلاف مہم چلانے میں، ہم نے دیکھا ہے کہ سول سوسائٹی میں بہت کام ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں خاص طور سے اثاثوں کی بازیابی کے کام میں، اور زیادہ کوششوں کی گنجائش موجود ہے۔ اول تو یہ کہ آواز بلند کی جائے تا کہ ان ملکوں میں جیسے ہی کوئی غلط کام ہو، تو تفتیش کا مطالبہ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ مقدمے چلائے جائیں۔

دوسرا عنصر سراغ لگانے اور بدعنوانیوں کا پردہ چاک کرنے کا ہے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ ایسے ملک ہیں۔ اس کی ایک اچھی مثال یو کرین کی ہے۔ جہاں سول سوسائٹی نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ لیکن جو چیز ابھر کر سامنے آ رہی ہے اور جو بڑا دلچسپ رجحان ہے، وہ یہ ہے کہ سول سوسائٹی بعض کیسوں میں سرگرمی سے حصہ لے رہی ہے۔ ہم نے بہت سے ملکوں میں ایسا ہوتے دیکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ استغاثے کو اور فوجداری عدالتوں کو کارروائی کے لیے مجبور کرنے کا طریقہ ہے جس پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیئے۔ آپ کا شکریہ۔

مسٹر ہیلر: آپ کا شکریہ، جین۔ آخر میں، بیدر لو کی باری ہے، جو گلوبل فائینیشل انٹیگرٹی میں سرکاری معاملات کے لیے قانونی مشیر اور ڈائریکٹر ہیں۔ اس تنظیم کا گلوبل انٹیگرٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے باوجود تقریباً ہر ہفتے ہمارے پاس ایک دوسرے کے لیے فون آتے رہتے ہیں۔

مز لو: اچھی بات یہ ہے کہ ہمارے درمیان دوستی ہے۔

مسٹر ہیلر: یہ تو ہے۔ (ہنسی) یہ بھی کمیونٹی کے ان امور میں ایک اور قسم کی قدآور شخصیت ہیں۔ بیدر، شروع کیجیئے۔

مز لو: جی، ضرور۔ آپ کا بے حد شکریہ۔ مجھے یہاں آکر واقعی بہت خوشی ہوئی ہے، اور میں آپ سب کو دنیا بھر میں سائبر اسپیس میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ آج مجھے یہاں آپ سے بات کرنے کا ولولہ انگیز موقع ملا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ کے کچھ سوالات مجھ تک پہنچیں گے اور میں اس گفتگو کو آگے چلا سکوں گی۔

میں یہاں واشنگٹن ڈی سی میں قائم ایک تنظیم ، گلوبل فائینیشل انٹیگریٹی ، کے لیے کام کرتی ہوں ۔ اور ہماری شہرت ان اعداد و شمار کی وجہ سے ہے جو ہم نے غیر قانونی مالیاتی لین دین کے بارے میں فراہم کیے ہیں۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ہر سال صرف ترقی پذیر معیشتوں سے ہی تقریباً 850 ارب ڈالر سے لے کر ایک ٹریلین ڈالر تک کی رقم غیر قانونی مالیاتی سودوں یا غیر قانونی پیسے کی شکل میں نکال لی جاتی ہے ۔ یہ بہت بڑی رقم ہے ۔ اتنی بڑی رقم کا نقصان تباہ کن ہے ۔ یہ وہ پیسہ ہے جسے کسی ترقی پذیر ملک کی معیشت کی ترقی کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا ۔ اس پیسے پر مختلف طریقوں سے ٹیکس لگا کر ملک کے لیے آمدنی حاصل کی جا سکتی تھی ۔ یہ وہ پیسہ بھی ہے جو ملک سے باہر لے جایا جا رہا ہے یا سرکاری خزانوں سے منتقل کیا جا رہا ہے ۔ پس، یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے ، اور سراسر اسی وجہ سے دنیا بھر میں غربت پھیل رہی ہے ۔

ہمارے اعداد و شمار کی بنیاد عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کا وہ ڈیٹا ہے جو عام لوگوں کی دسترس میں ہے ۔ آپ ہماری رپورٹوں میں یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم کیا کرتے ہیں اور کس طرح کرتے ہیں ۔ لیکن صحیح معنوں میں، یہ تمام معلومات دو حصوں میں منقسم ہیں ۔ اپنے اعدادوشمار سے ، ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ اس میں سے تقریباً 20 فیصد وہ پیسہ ہے جو عالمی معیشت سے غائب ہو رہا ہے ، اور ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کس طرح ہو رہا ہے ۔ لیکن کچھ چیزیں جن کے ذریعے ایسا ہوتا ہے وہ رشوتیں ہو سکتی ہیں جن کی ادائیگی ایک مقام پر ہوتی ہے لیکن اسے کسی دوسری جگہ ریکارڈ نہیں کیا جاتا، یا وہ پیسہ ہے جو دراصل حکومت کے خزانوں سے نکال لیا جاتا ہے ۔ ایک اور طریقہ پیسے کے وائر ٹرانسفر کا ہے ، یعنی بین الاقوامی وائر ٹرانسفر کے ذریعے جو رقوم بھیجی جاتی ہیں وہ پُر اسرار انداز سے بین الاقوامی مالیاتی نظام میں غائب ہو جاتی ہیں ۔ یہ وہ چیزیں جو باقاعدگی سے ہوتی رہتی ہیں۔ لہذا یہ وہ 20 فیصد پیسہ ہے جو غائب ہو رہا ہے ۔

تو پھر بقیہ 80 فیصد کہاں جاتا ہے ۔ اس ڈیٹا کی بنیاد پر جو ہم استعمال کرتے ہیں، بقیہ 80 فیصد دراصل ایسی چیز ہے جسے تجارتی لین دین میں غلط انوائس کا استعمال کہا جاتا ہے ۔ اور ایسا جب ہوتا ہے جب بعض اشیاء کی بین الاقوامی تجارت کی انوائس، سودے کے دونوں جانب مختلف ہوتی ہے ۔ اور یہ واقعی بڑا دلچسپ تصور ہے ۔ ہم عالمی تجارت کی بات کر رہے ہیں، اور لوگ صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے، یہ ہے تو تجارت ہی۔ اصل بات یہ ہے کہ تجارت میں غلط انوائس کی موجودگی کی دراصل صرف تین وجوہات ہوتی ہیں۔

پہلی وجہ تو ٹیکس کی ادائیگی سے بچنا ہے ، چاہے وہ کسٹم ڈیوٹی کی ادائیگی سے بچنا ہو یا انکم ٹیکس کی ادائیگی سے ، VAT سے بچنا ہو ، یا بنیادی ٹیکس کی ادائیگی سے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ناجائز رقوم کو ، دنیا میں ادھر ادھر منتقل کرتے ہوئے اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ دراصل اس سودے کو چھپانے کے لیے تجارت کو استعمال کر رہے ہیں، آپ رشوت کے ذریعے اکٹھی کی ہوئی دولت کو، منشیات وغیرہ کے جرائم سے حاصل کی ہوئی دولت کو، جائز تجارت میں ملا رہے ہیں تا کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ نے یہ دولت منتقل کی ہے ۔ تیسری وجہ، انسانی غلطی ہے ۔ لوگوں سے کبھی کبھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ غلطیاں انوائسوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ تاہم، وہ عالمی معیشت کی انوائسوں میں 800 ارب ڈالر تک نہیں جاتیں۔ لہذا، ہم بڑی حد تک انہیں نظر انداز کر سکتے ہیں۔

تو صورتِ حال یہ ہے ۔ یعنی 20-80 کی تقسیم ۔ اور میرے خیال میں اس کمرے میں بیٹھے ہوئے بیشتر لوگ اس 20 فیصد کو، یعنی وہ 20 فیصد ادائیگیاں جو بطور رشوت کی جاتی ہیں، وہ پیسہ جو سرکاری خزانوں سے منتقل ہو جاتا ہے ، کرپشن کا پیسہ سمجھیں گے ۔ ٹھیک ہے نا؟ یہی کرپشن ہے ۔ روایتی طور پر کرپشن کی تعریف یہی ہے ۔ لیکن 80 فیصد کے بارے میں کیا خیال ہے ، یعنی تجارت سے متعلق پیسہ؟ کیا اسے بھی کرپشن میں شامل کیا جائے گا؟ آج کل اس نکتے پر زور دار بحث ہو رہی ہے ، اور میرے خیال میں بہت سے لوگ اس بارے میں بات چیت کر رہے ہیں۔ بلکہ اسسٹنٹ سکرپٹری آف اسٹیٹ نے کرپشن، اور انسانی حقوق کے درمیان بعض مالیاتی رابطوں، اور دنیا بھر میں پیسے کے نقل و حرکت یا تجارت کا حوالہ دیا ہے ۔ تو یہ بحث زور شور سے جاری ہے ۔

اور اگر آپ ایک قدم پیچھے ہٹیں اور کرپشن کی تعریف پر نظر ڈالیں -- قانونی تعریف نہیں کیوں کہ وہ تو بہر حال بہت محدود ہوگی -- بلکہ وہ تعریف جو عام طور پر قبول کی جاتی ہے، یعنی ایسی چیزیں جو بد عنوانی یا بے ایمانی کی تعریف میں آتی ہیں، جیسے بددیانتی، اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی، عیاری، چالاکی، مکاری، تو یہ سب چیزیں کرپشن کی تعریف میں شمار ہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ باقی 80 فیصد پیسہ بھی جسے ٹیکس کی ادائیگی سے بچ کر حاصل کیا، وہ ناجائز دولت جسے چھپ چھپا کر دوسرے ملکوں کو منتقل کیا گیا۔ تو یہ تمام حرکتیں بھی پوری طرح کرپشن کی تعریف میں آ جاتی ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟

لیکن ہم اس بارے میں اس طرح نہیں سوچتے۔ اور جب ہم اس مسئلے کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر سوچتے ہیں، تو ہم عالمی تجارتی طریقوں اور معاہدوں کو نظر میں رکھتے ہیں، اور ان کی روشنی میں اپنے انداز فکر میں ردوبدل کرتے رہتے ہیں۔ ٹھیک۔ کیا ہم رشوت کے بارے میں بھی یہی کریں گے؟ میرے خیال میں، نہیں۔ کیا ہم یہ انداز فکر ان اثاثوں کے بارے میں بھی اپنائیں گے جو سرکاری خزانے سے چرا لئے گئے ہیں؟ میرے خیال میں، نہیں۔ تو پھر ہم اس قسم کے تجارتی لین دین کے معاملات میں ایسا کیوں کرتے رہتے ہیں؟ ہم ان طریقوں کو مکمل طور سے کرپشن کے زمرے میں کیوں نہیں ڈالتے۔ لہذا یہ ایسی چیز ہے جس پر میں چاہوں گی کہ بحث ہو، جو میں لوگوں کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔

ہم اس معاملے کو، ایک مثال کے ذریعے انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ BNP Paribas کا کیس حال ہی میں سامنے آیا ہے۔ یہ ایک بڑے فرانسیسی بینک کا کیس ہے جس پر امریکہ نے حال ہی میں \$8.9 ارب ڈالر کا جرمانہ کیا ہے کیوں کہ اس بینک نے امریکہ کی طرف سے عائد کی ہوئی پابندیوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ ان میں وہ پابندیاں بھی شامل تھیں جو ہم نے سوڈان کے معاملے میں عائد کی تھیں۔ ہم نے یہ پابندیاں اس لیے لگائی تھیں کیوں کہ سوڈان کی حکومت نسل کشی میں ملوث تھی اور امریکہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ امریکہ کے ڈالر اس قسم کی سرگرمی کے فروغ میں صرف ہوں۔ لہذا ہم نے پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ یہ ہماری طرف سے ایک کوشش تھی کہ ہم ایسی حکومت کے لیے جو نسل کشی میں ملوث تھی، مالی وسائل فراہم نہ کریں۔ یہ انسانی حقوق کا ایک بڑا مسئلہ تھا، ٹھیک۔

پس، دنیا میں کسی بھی بینک کے لیے اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حکومت سمیت، سوڈان میں کسی کے ساتھ بھی امریکی ڈالر (\$) کا سودا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یورو (E) میں سودا کر سکتے تھے، پاؤنڈ (£) میں سودے کر سکتے تھے، ین (¥) میں سودے کر سکتے تھے، لیکن ڈالر میں کوئی کاروباری سودا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہذا BNP Paribas کے ایک شعبے نے طے کیا کہ یہ ایسی چیز ہے جس کی وہ تعمیل نہیں کریں گے، کیوں کہ اس کے لیے ان کاروبار کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی۔ تو بینک کا وہ سیکشن جس نے کہا کہ ٹھیک ہے، ہم امریکی پابندیوں سے بچنے کے لیے یہ انتہائی پیچیدہ اور کامیاب طریقہ وضع کریں گے، دراصل ٹریڈ فناننس گروپ تھا۔ ٹریڈ فناننس گروپ وہ گروپ تھا جسے یہ بات گوارا نہیں تھی کہ سوڈانی حکومت کے ساتھ ڈالر کے سودے نہ کیے جائیں، اور یہ وہ سودے تھے جو سوڈانی حکومت کے ساتھ کیے گئے تھے۔

تو اس طرح آپ کو پتہ چلتا ہے کہ تجارت، تجارتی سرمایے، انسانی حقوق، کرپشن، اور پابندیوں کے درمیان تعلق کتنا گہرا اور اہم ہے۔ اس بینک کے لیے اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے۔ تو اس طرح آپ کو اس معاملے کے سیاق و سباق کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

میں آج کی بات یہ کہہ کر ختم کرنا چاہوں گی کہ جی ایف آئی (گلوبل فائنیشنل انٹیگریٹی) میں ہم 2015 کے بعد کے دور میں ترقی کے دیرپا اہداف میں، ہم ایک نیا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ 2030 تک تجارت سے متعلق غیر قانونی مالیاتی سودوں کو 50 فیصد تک کم کر دیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اس ہدف کے حصول میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے، کیوں کہ ترقیاتی کاموں کے لیے، انسانی حقوق کے لیے، کرپشن کے خاتمے کے لیے، یہ معاملہ اتنا زیادہ اہم ہے، کہ ہم امید کر رہے ہیں کہ ہمیں لوگوں کی حمایت حاصل ہوگی۔ بس میں یہی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ آپ سب کا بے حد شکریہ۔

مسٹر ہیلر: افتتاحی کلمات کے لیے سب کا شکریہ۔ اب میں یہ کروں گا کہ تیزی سے سوالات کا ایک دور شروع کروں گا۔ پھر ہم ٹوئنٹر-ورس پر اور فیس بک پر جائیں گے اور دنیا بھر سے کچھ اور سوال پوچھیں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنا سوال مختصر رکھوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کے سامنے تین سوالات رکھوں جو واقعی مشکل ہیں۔ آپ کوئی ایک سوال چُن سکتے ہیں جس کا جواب آپ دینا چاہتے ہیں۔ اب تک لوگوں نے بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہے۔۔ کرپشن بہت نقصان دہ ہے، اس سے ترقی کو نقصان پہنچتا ہے، وغیرہ، وغیرہ۔ یہاں موجود حاضرین اور میرے خیال میں ساری دنیا کے ناظرین اس سے متفق ہیں۔ لہذا میں اسے اور مشکل بنانا چاہوں گا، اور آپ کی توجہ۔۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مینوسکی: ہر ایک نہیں

مسٹر ہیلر: ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ ہم نے جن لوگوں کی رائے معلوم کی، ان میں سے بیشتر کا خیال بھی یہی تھا۔ لہذا میں اسے کچھ زیادہ مشکل بنانا چاہوں گا اور کچھ گہرائی میں جا کر اس کی کچھ تفصیلات میں جانا چاہوں گا۔ ایک مفروضہ تو ترقیات کے بارے میں ہے۔ کچھ ایسے اعداد و شمار اور تحقیقی مطالعے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرپشن سے ترقی کے عمل میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے، اور ہاں، ہمیں واقعی ایسے ملکوں کے بارے میں وضاحت کرنے میں دشواری ہوتی ہے جیسے چین، سوہارتو کے عہد کا انڈونیشیا، 60، 70 اور 80 کی دہائیوں میں جنوب مشرقی ایشیا کا بیشتر علاقہ، اور موجودہ دور میں روانڈا اور سنگا پور۔ تو ہم اس دائرے کو مکمل کیسے کریں؟ اس کا جواب کیا ہے؟ تو کیا یہ ممالک استثنا میں آتے ہیں، اور بین الاقوامی برادری کو انہیں قبول کرنا ہوگا یا نہیں؟ تو ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسسٹنٹ سکرپٹری نے بتایا کہ کسی ملک کی سیاسی راہ متعین کرنے میں کرپشن فیصلہ کن کردار ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ آج کے مصر اور یوکرین کو دیکھیے، جہاں ہر چیز درہم برہم ہو کر رہ گئی۔ سب میں تو نہیں لیکن کچھ ملکوں میں، جو چیز ملکوں کو یکجا کیے ہوئے تھی، وہ تیزی سے ہوا ہو گئی۔ سیاسی تبدیلی لانے کے لیے عوام میں بڑے پیمانے پر تحریک پیدا کرنے کے لیے ہم کس حد تک کرپشن پر انحصار کر سکتے ہیں، اور کیا ہم نے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر لی ہیں؟ کیا ہم اپنے لیے اسی قسم کی مایوسی اور ناکامی کا سامان پیدا کر رہے ہیں جس کا سامنا ہمیں بعد میں اس وقت کرنا ہوگا جب ہم پھر اسی ڈگر پر واپس چلے جائیں گے۔ تو کیا یہ دوسرا راستہ ہے۔

تیسرا راستہ یہ ہوگا۔۔ اگر کوئی شخص بہت سے ملکوں میں امریکی خارجہ پالیسی سے اختلاف کرے تو یہ میرے لیے بڑے تجسس کی بات ہو گی۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس معاملے کو شہرت افغانستان اور عراق سے ملی، لیکن بہت سے ملکوں میں، ہم بہت سا پیسہ، وقت اور سفارتی طریقوں سے سیاسی سرمایہ لگاتے ہیں اور کرپشن کے خلاف اقدامات پر اور شفافیت پر زور دیتے ہیں۔ اس کے باوجود، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک سمیت، دنیا بھر کی انتہیلی جینس ایجنسیوں کے آلات کار میں رشوت ایک بنیادی عنصر کے طور پر موجود ہے۔ تو ہم اس گولائی کو چوکور بنائیں یا نہ بنائیں، اور کیسے؟ پس جب ہم بد عنوانی اور کرپشن کے انسداد کے موضوع پر کوئی ورکشاپ منعقد کرنے آتے ہیں، اور 10 منٹ بعد، سی آئی اے کا اسٹیشن چیف نوٹوں بھرا بریف کیس لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ نہ بھولیں گے کہ کام اسی طرح ہوتا ہے۔ میں مبالغے سے کام نہیں لے رہا، بہت سے مقامات پر کام اسی طرح ہوتا ہے۔

تو ان میں سے کوئی بھی موضوع آسان نہیں ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ ان میں سے آپ کو جو بھی کم مشکل نظر آئے، اس پر بات کر لیجیئے۔ آخر میں بات پیدر نے کی تھی، تو ہم ان سے آخر میں بات کرنے کو کہیں گے۔ لہذا اسسٹنٹ سکرپٹری صاحب، اگر آپ ان میں سے کسی بھی نکتے پر بات شروع کرنا چاہیں، تو ابتدا کیجیئے۔ (ہنسی)

اسسٹنٹ سکرپٹری مینوسکی: میں سی آئی اے کے سوال پر صاف صاف بات کروں گا۔

مسٹر ہیلر: بہت خوب (ہنسی)

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: میں ان میں سے چند نکات پر بات کروں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن ملکوں میں ایسی تحریکیں چلی ہیں اور ان میں ہمیشہ کامیابی نہیں ہوئی ہے، اس کی وجہ سے مایوسی کا احساس پیدا ہوا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے، اور ہمیشہ مستقبل میں بھی صحیح رہے گی۔ خارجہ پالیسی کے ہر پہلو پر جس میں ہم کام کرتے ہیں، یہ بات صادق آتی ہے۔ میں یہ بات اکثر کہا کرتا ہوں اور شاید میرے ساتھی یہ بات سن سن کر تھک چکے ہوں گے، انسانی حقوق کی ڈپلومیسی، بلکہ پوری خارجہ پالیسی بیس بال کی مانند ہے، اور اگر آپ 300 کی رفتار سے بیٹنگ کر رہے ہیں، یعنی ہر دس کوششوں میں سے تین میں کامیاب رہتے ہیں، تو آپ کا نام ہال آف فیم میں درج کر دیا جائے گا۔

اور ہاں، مصر جیسے ملک موجود ہیں، جہاں ایسا لگتا ہے کہ صحیح معنوں میں انقلاب آ رہا ہے، اور پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم پھر دائرے کے شروع میں واپس آ گئے ہیں۔ لیکن دوسرے ملک بھی ہیں جہاں کامیابیاں ہوئی ہیں یا جہاں کامیابی کے امکانات روشن ہوئے ہیں، جیسے تونس، جیسے برما، جہاں ہمیں امید ہے کہ وہ تحریکیں جو سیاسی اور اقتصادی بد عنوانیوں کی وجہ سے عوامی احتجاج کی شکل میں شروع ہوئی تھیں، ہو سکتا ہے کہ ان کے نتیجے میں بہتر اور کسی حد تک صاف ستھری حکومتیں قائم ہو جائیں۔ یہ بات نظر میں رکھنی ہو گی کہ حکومتوں کو چلانے والے بہر حال انسان ہوتے ہیں، اور ہم میں سے کوئی بھی بے عیب نہیں ہوتا، اور کوئی مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل نہیں کیا جا سکتا۔ میں کامیابی کی ان کہانیوں کو قبول کر لوں گا۔

اور جہاں تک امریکہ کی خارجہ پالیسی میں تضادات کا سوال ہے، تو بات وہی ہے کہ حکومتوں کو چلانے والے بھی انسان ہوتے ہیں، اور ہم سب تضادات کے پتلے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں ان میں سے بعض تضادات سے نمٹنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم دیانت داری سے اس بات کا اعتراف کریں کہ بعض اوقات ہمارا واسطہ ایسی حکومتوں سے ہوتا ہے، اور ان کے ساتھ گزارا کرنا پڑتا ہے جن کا رویہ بہت سے شعبوں میں ہماری توقعات اور ہمارے اصولوں کے مطابق نہیں ہوتا۔ صدر نے یہ بات تسلیم کی ہے اور انتظامیہ کے دوسرے ارکان نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ لیکن ہم اسی کے ساتھ ساتھ ایسے وسائل اور ایسے طریقے استعمال کر سکتے ہیں جن کا مقصد ہمارے قوانین اور ہماری اقدار کا اطلاق کرنا ہے۔ اور پھر یہ سفارتکاروں کا کام ہے کہ اگر کوئی تضادات پیدا ہوں تو وہ ان سے نمٹیں۔

اور جہاں تک بد عنوانیوں کے انسداد کا تعلق ہے، تو بہت سے آلات کار اور طریقے جو ہم استعمال کرتے ہیں، وہ غیر جانبداری کی تعریف میں آتے ہیں۔ نفاذ قانون کے طریقے جن پر ہمارے محکمہ انصاف اور محکمہ خزانہ کے پیشہ ور ماہرین عمل کرتے ہیں ان کا تعلق امریکی حکومت کے غیر سیاسی شعبوں سے ہوتا ہے۔ اور اگر ان سے کہہ دیا جائے کہ انہیں اپنا کام غیر سیاسی انداز سے کرنا ہے، تو وہ ایسا ہی کریں گے چاہے اس کے نتیجے میں ہمارے سفارتکاروں اور ان لوگوں کی زندگی زیادہ مشکل ہی کیوں نہ ہو جائے جو ہماری خارجہ پالیسی کے ذمہ دار ہیں۔ اور یہ ایک اچھی بات ہے؛ یہ تضادات صحت مندانہ ہیں۔ میں اس طریقے کو ترجیح دوں گا بجائے اس کے کہ ہم ان مسائل سے مسلسل منہ موڑنے کی پالیسیوں پر عمل کرتے رہیں۔

مسٹر ہیلر: شکریہ۔ شروتی، آپ نے کس چیز کا انتخاب کیا ہے؟

مڑ شاہ: تو میں مصر اور چین جیسے بعض دوسرے ملکوں کا انتخاب کروں گی، لیکن خاص طور سے میں مصر کے بارے میں بات کروں گی، جس کے بارے میں آپ نے کہا کہ وہاں کرپشن کے خلاف جو تحریک شروع ہوئی، وہ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔ لیکن یقینی طور پر آپ نے جن ملکوں کا ذکر کیا، یعنی چین، مصر، اور کچھ دوسرے ملک، ان میں ایک بات مشترک ہے۔ اور وہ ہے سول سوسائٹی کو دبا دینا۔ اور کرپشن کے خلاف تحریک کو باقی رکھنے کے لیے، انقلاب کے ابتدائی ریلے سے زیادہ کچھ اور عناصر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ کو ایسا ماحول چاہیئے جس میں کچھ کرنا ممکن ہو۔۔ بد عنوانیوں کی اطلاع دینے والوں کا تحفظ، سول سوسائٹی کے حقوق کا صحیح معنوں میں احترام، اور سول سوسائٹی کو با اختیار بنانا۔ اور میرے

خیال میں ان عناصر کی بدولت بعض وہ ملک ممتاز ہوجاتے ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہوئے ہیں -

لیکن جب آپ نے کرپشن اور ترقی کے درمیان تعلق کا ذکر کیا، تو میں اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتی تھی - میں بھارت میں پلی بڑھی، اور میں یقیناً اس خیال کی حمایت نہیں کروں گی کہ کرپشن کی وجہ سے بعض معیشتوں کی ترقی میں مدد ملی ہے - میرا خیال ہے کہ کرپشن کے خلاف اقدامات سے ترقی کی رفتار میں تیزی آتی ہے - محض چند ملکوں کو دیکھنے سے جن میں جمہوریت سرگرم نہیں، جیسے چین اور دوسرے ملک، ہمیں مسخ شدہ تصویر ملتی ہے - گذشتہ چار یا پانچ مہینوں میں ہی، جب بھارت میں ایک نئے وزیر اعظم آئے، اور ایک نئی پارٹی کرپشن کے خاتمے کا پیغام لے کر برسر اقتدار آئی، تو آپ نے دیکھ لیا کہ بھارت کی اقتصادی ترقی کی شرح گذشتہ دو برسوں کے مقابلے میں زیادہ ہو گئی ہے - تو میں اپنی بات اسی نکتے پر ختم کروں گی -

مسٹر ہیلر: جین؟

مسٹر پیسمے: میں تو ایک بین الاقوامی بیوروکریٹ ہوں، لہذا میں بیوروکریٹ والا سوال لوں گا۔ مجھے اسی میں آسانی ہو گی - کرپشن اور ترقی پر میں کچھ تبصرہ کروں گا - میرے خیال میں یہ ایسی چیز ہے جس پر تحقیق کی ضرورت ہے - میرے خیال میں ہم سب یہ فرض کر لیتے ہیں کہ کوئی ایسا عنصر ہے جس کا منفی اثر ہوتا ہے، اور پھر کئی مستثنیات ہیں۔ مجھے یقین نہیں کہ ہم نے اقتصادی نقطہ نظر سے مکمل طور پر اس چیز کو سمجھا ہے یا اس پر توجہ دی ہے کہ محرکات کیا ہوتے ہیں اور راستے کون کون سے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں مزید کام ہو رہا ہے -

دلچسپ بات یہ ہے کہ G20 کے حوالے سے، ان امور کو دیکھنے کے لیے جو بدعنوانی کے انسداد کا ورکنگ گروپ قائم کیا گیا تھا، اس نے ایک رپورٹ گذشتہ سال جاری کی تھی - ہم آج کل OECD کے ساتھ مل کر بنیادی شعبوں میں مزید الگ الگ تجزیے کر رہے ہیں جن میں سے کچھ، جیسے کان کنی کے ذریعے معدنیات وغیرہ نکالنے کی صنعتیں، ترقی پذیر ملکوں کے لیے ہے، حد اہم ہیں - لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے - اور اس سے بعض کیسوں میں غیر متوقع نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، لیکن میرے خیال میں اچھی بات یہ ہے کہ ہم اس معاملے کو پس پشت ڈالنے کی بجائے اس پر بحث کر رہے ہیں -

اور میرے خیال میں ایک اور عنصر یہ بھی ہے کہ ہمارے ذہن میں کتنی مدت ہے جس میں یہ کام مکمل ہونا ہے، اور افزائش کی نئے سرے سے تقسیم کے عناصر کیا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تونس کی مثال لی، جہاں معاشرے میں ایک کنٹریکٹ موجود تھا جس میں اقتصادی افزائش کی شرح اگرچہ کم تھی لیکن اس کا پھیلاؤ زیادہ تھا، اور پھر اچانک مملکت پر قبضے میں اضافہ ہوا اور معاشرے کا کنٹریکٹ ختم ہو گیا اور پھر ایک سیاسی دھماکہ ہوا۔ لہذا اس قسم کی چیزیں ہیں جن پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے -

اب آپ کے بعض دوسرے سوالات کے سیاسی پہلوؤں کی طرف آئے بغیر، میرے خیال میں ایک عنصر ایسا ہے جس کا ہم سب کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اور وہ ہے توقعات کو قابو میں رکھنا۔ اور جب حکومت تبدیل ہوتی ہے یا اسی قسم کی واقعات ہوتے ہیں، تو ہم نے دیکھا ہے کہ اثاثوں کی بازیابی کے معاملے میں، توقع یہ ہو جاتی ہے کہ سب کچھ راتوں رات بالکل ٹھیک ہو جائے گا - ایسا ہونا ممکن نہیں ہے - اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اہم ہے کہ ہم اس قسم کی آرزو تو ضرور رکھیں، اور اس جوش و جذبے کو استعمال کریں - اس کے برخلاف، اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ جب معاملات فوری طور پر پوری طرح ٹھیک نہیں ہوتے، تو ہر کوئی یہ کہنے لگتا ہے کہ ہمیں اپنی کوشش ترک کر دینی چاہیئے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے - اور میرے خیال میں یہ بات بہت اہم ہے کہ ہم اپنی کوششیں استقامت کے ساتھ اور وقت کی ایک خاص مدت میں کریں، اور جیسا کہ ٹام نے کہا، یہ بات ضروری ہے کہ ہم اپنی کامیابی کو بتدریج آگے بڑھائیں، لیکن یہ بات بھی اہم ہے کہ ہم سمجھیں کہ کیا چیز کام نہیں کر رہی ہے، اور اس کی کیا وجہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس عنصر کا تعلق لمبی مدت سے ہے اور یہ طویل مدت کا ایجنڈا ہے جو بہت اہم ہے -

مسٹر ہیلر: بیدر؟

مز لو: ہاں، جو کچھ کہا گیا ہے اس سے میں بڑی حد تک متفق ہوں۔ میں سی آئی اے کی بات کرنے کی کوشش تک نہیں کروں گی، (ہنسی)۔ ہاں، سچی بات یہ ہے کہ مجھے یہ تجسس ضرور ہے کہ میری سی آئی اے کی فائل میں کیا لکھا ہے۔ لیکن میں ترقی کے موضوع پر یہ ضرور کہوں گی، میرے خیال میں یہاں جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ لمبے عرصے میں کیا ہوتا ہے۔ وہ قلیل المدت اقتصادی فوائد، جو کسی ایک عرصے میں حاصل ہوئے ہوں، ہم ان کی بہت سے اقتصادی عوامل سے وضاحت کر سکتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ معیشت کی وضاحت آپ صرف اس طرح نہیں کر سکتے کہ کرپشن ہے یا نہیں ہے۔ معیشت میں اور منڈیوں کی افزائش میں بہت سے عوامل کا دخل ہوتا ہے۔

ہاں، میں ایک بات ضرور کہوں گی جو میرے خیال میں ہر ایک کے علم میں ہے، اور وہ یہ ہے کہ کرپشن عدم استحکام کی وجہ ہے۔ طویل عرصے میں تو یقینی طور پر اس سے عدم استحکام پھیلتا ہے، اور کرپشن جتنا جتنا زیادہ ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی یہ معیشت میں، معاشرے میں سرایت کرتا جاتا ہے، اور اسی رفتار سے عدم استحکام میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس سے، وقت کے ساتھ ساتھ، بیرونی سرمایہ کاری، وغیرہ، بھی متاثر ہوتی ہے۔ لہذا میں ان چیزوں کا ذکر نہیں کروں گی جن پر اس عمومی اصول کا اطلاق نہیں ہوتا اور جنہیں ہم outliers کہتے ہیں یعنی وہ چیزیں جو اصل مسئلے سے براہ راست تعلق نہیں رکھتیں۔ میں تو یہ کہوں گی کہ ہمیں انتظار کرنا چاہیئے اور کسی حد تک کڑی نظر رکھنی چاہیئے۔

سیاسی ہنگاموں اور کرپشن کے خلاف بڑے بڑے مظاہروں کے بارے میں بھی، میں یہی کہوں گی کہ ان چیزوں سے صورتِ حال بہتر ہوگی یا نہیں، اس کا تعلق ہر ملک کے اپنے اپنے حالات سے ہے۔ آپ کے سامنے ایسی صورتِ حال ہے کہ سیاسی طور پر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہ کرپشن اب مزید نہیں چلے گا، تو یہ تحریک دراصل تبدیلی لانے کی تحریک ہے۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوگا، اور اس کے نتیجے میں کس قسم کا سیاسی خلا پیدا ہو جائے گا؟

اور اگر آپ کے پاس اچھے، مثبت خیالات رکھنے والے، مضبوط لوگ ہیں جو طاقت کے اس خلا میں مثبت قیادت فراہم کر سکتے ہیں، تو بالآخر زیادہ مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر آپ کو زیادہ منفی حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، تو میں تو اب بھی اس بات کے حق میں ہوں کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور کہیں، "یہ کرپشن ختم ہونا چاہیئے، میرے معاشرے میں اس کی کوئی جگہ نہیں۔" میرے خیال میں اس طرح معیار متعین ہوتا ہے، لب و لہجہ متعین ہوتا ہے، اور اپنی حکومت میں لوگوں کی شراکت کے لیے، اور ان کے ساتھ روزانہ زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کا ایک انداز متعین ہوتا ہے۔

مسٹر ہیلر: اب ہم کریں گے یہ کہ ہمارے پاس جو سوال ٹوئٹر اور فیس بک سے ڈجیٹل شکل میں آ رہے ہیں، ان کی طرف توجہ دیں گے۔ ایک بار پھر یہ بتادوں کہ جو لوگ ٹوئٹر پر ہیں ان کے لیے بیش ٹیگ #StateofRights ہے۔ لہذا ان سوالات کی چھان بین کرتے رہیئے۔ ظاہر ہے کہ سوالات اتنے زیادہ ہیں کہ ہم ان سب پر توجہ نہیں دے سکتے۔ میں ایک بار پھر اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھاؤں گا، اور کسی ترتیب کے بغیر وہ سوال چُن لوں گا جو مجھے سب سے زیادہ دلچسپ معلوم دیں گے۔

تو آئیے، کیوں نہ ہم ایک سوال منتخب کر لیں۔ یہ سوال علی نے بحرین سے پوچھا ہے۔ اس کا تعلق اس چیز سے ہے جس کے بارے میں شروتی نے بات کی تھی، یعنی سازگار ماحول۔ تو علی نے یہ سوال پوچھا ہے: اگر خود فوجداری انصاف کا کوئی نظام کرپٹ ہو گیا ہے، اور اس پر طاقتور اور مالدار لوگوں کی حکومت ہے، تو آپ بدعنوانیوں کو کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ اور ایک طرح سے، آپ سازگار ماحول کا اطلاق بہت سے پہلوؤں پر کر سکتے ہیں۔ لہذا میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کسی کے پاس کوئی خیالات یا رد عمل ہیں۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ آپ نے بہت سے ملکوں میں اس حقیقت کا سامنا کیا ہے اور اس کے بارے میں

سوچا ہے، لیکن جب نظام اس طرح بنا ہوا ہو کہ اس کی سول سروس ہی غیر جانبدار نہ ہو، جیسا کہ پہلے ٹام بات کر رہے تھے، تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟

اسسٹنٹ سکرپٹری مالیٹوسکی: ہاں، تقریباً ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے کیوں کہ کرپشن ایسا نظام ہے جو انہیں لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے جو ضابطوں کی پابندی کرتے ہیں۔ لہذا تقریباً ہمیشہ جب کبھی آپ کسی ملک میں ایسے کرپشن سے جنگ کر رہے ہوتے ہیں جس کی جڑیں معاشرے میں پیوست ہو چکی ہیں، تو آپ کو بالکل اسی مسئلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ کو۔۔ اگر ایسا کرنا ممکن ہو، سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ذریعے کام کرنا پڑتا ہے، آپ اپنی کمیونٹی کو منظم کرتے ہیں تا کہ وہ سوشل میڈیا کے ذریعے، پریس کے ذریعے کرپشن کو بے نقاب کرے۔ آپ مہمیں چلاتے ہیں۔ آپ معاشرے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اتحاد قائم کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ لوگ آپ سے سب باتوں میں متفق نہ ہوں، لیکن وہ اس نکتے پر ضرور متفق ہوتے ہیں کہ کرپشن کا خاتمہ ضروری ہے۔

اور یقیناً ہم سب جانتے ہیں، اور تسلیم کرتے ہیں، کہ یہ سب کچھ کہنا آسان ہے اور کرنا مشکل، اور بہت سے معاشروں میں اگر آپ ان میں سے کوئی بھی چیز کرنے

کی کوشش کریں جن کا میں نے ذکر کیا ہے، تو آپ کو شدید عتاب کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا، یہ وہ جگہ ہے جہاں بین الاقوامی برادری کو بھی اپنا رول ادا کرنا پڑتا ہے، کم از کم اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ان جیسے ملکوں میں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا، ہم کرپشن میں خود ملوث نہیں ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اس بات کا اطمینان کرنا ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے وہ لوگ جنہوں نے بہت سے رویہ چرایا ہے، وہ اس پیسے کو ہمارے نفاذ قانون کے ذمہ دار ان اداروں کی کسی کارروائی کے بغیر۔۔ جو امید ہے کہ کرپٹ نہیں ہیں۔ ہمارے معاشرے کے بنکوں میں، املاک میں اور اثاثوں میں چھپا کر نہیں رکھ سکتے۔ جن لوگوں کو اس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان کے لیے ہم کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں۔

مز لو: میں یہ بھی کہوں گی کہ سول سوسائٹی ایسی چیز ہے جس سے آپ بین الاقوامی سطح پر بھی صحیح معنوں میں مدد لے سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اپنے ملک میں سول سائٹی میں کچھ کرنا مشکل ہو، لیکن اگر آپ کے پاس پکا ثبوت موجود ہے کہ کوئی غلط کام ہو رہا ہے، تو پھر، مثال کے طور پر، گلوبل وٹنیس جیسی تنظیمیں موجود ہیں جو تفتیش شروع کر سکتی ہیں؛ مختلف ملکوں میں ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل شاید یہی کچھ کر سکے، بیومن رائٹس و اچ بھی ایسی ہی تنظیم ہے۔ جب ایسے مسائل سامنے آتے ہیں تو صحیح معنوں میں انٹرنیشنل کمیونٹی موجود ہے، اور اگر آپ مسئلے کے بارے میں کسی قسم کا ثبوت پیش کر سکیں، تو آپ اپنا کیس ان کے پاس لے جاسکتے ہیں۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ یہ بات میرے علم میں ہے کہ یہاں امریکہ کے محکمہ انصاف میں kleptocracy unit موجود ہے جس کا خاص مقصد ہی چوری کیے ہوئے اثاثوں کا پتہ چلانا ہے۔ لہذا اگر ایسی کوئی چیز ہے جس کا آپ کے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہے، اور اگر وہ اثاثے امریکہ میں موجود ہیں تو محکمہ انصاف ان کے بارے میں واقعی جاننا چاہتا ہے۔ میں دنیا بھر کے لوگوں پر زور دوں گی کہ وہ یہ راستہ اختیار کریں، اگر آپ کے پاس ٹھوس ثبوت ہے کہ یہاں امریکہ میں ایسے اثاثے موجود ہیں۔

مز شاہ: میں کہوں گی کہ بیدر اور اسسٹنٹ سکرپٹری مالیٹوسکی نے جو باتیں کہی ہیں، میں ان سے متفق ہوں۔ لیکن مقدمہ چلانے جانے سے مستثنیٰ کر دیا جانا، واقعی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے، ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل کی بین الاقوامی تحریک نے پیر کے روز ایک نئی مہم کا آغاز کیا ہے تا کہ دنیا بھر میں ان بد عنوان لیڈروں کے لیے مقدمہ چلانے جانے سے استثنیٰ ختم کیا جا سکے۔ اور اس کا نام ہے، Unmask the Corrupt یعنی بد عنوانوں کو بے نقاب کرو۔ اس میں دراصل وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کا اسسٹنٹ سکرپٹری نے ذکر کیا ہے، یعنی شیل کمپنیوں کو صحیح معنوں میں ختم کرنا اور منافع بخش ملکیت کی شفافیت میں اضافہ کرنا، ہمارے ملک میں بد عنوان لوگوں کو داخلے کا ویزا نہ دینا، اور صحیح معنوں میں دنیا بھر میں پُر تعیش اشیاء بیچنے والوں سے کہنا کہ وہ اس بات کی چھان بین کریں کہ وہ یہ چیزیں کسے

فروخت کر رہے ہیں۔ اور اس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ مہنگی کاریں اور Lamborghinis ایسے لوگوں کو نہ بیچی جائیں جنہوں نے اپنے ملک سے پیسہ چرایا ہے۔

مسٹر پیسمے: میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ ہاں، صرف ایک بات کہنا چاہوں گا۔ اگلے ہفتے ہم اثاثوں کی بازیابی کے عالمی رجحانات کے موضوع پر ایک رپورٹ پیش کریں گے۔ دنیا میں ایسے صرف پانچ یا چھ ملک ہیں جو بد عنوانیوں سے حاصل کیے ہوئے اثاثوں پر ہاتھ ڈالنے کے لیے منظم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ ہمیں کوئی ایسی چیز چاہیے جو کہیں زیادہ وسیع ہو اور جس میں عالمی برادری سرگرم ہو۔ ٹھیک ہے، یہاں امریکہ میں ایک kleptocracy unit ہے، اس جیسا ہی ایک ادارہ برطانیہ میں ہے اور سوئٹزرلینڈ میں بھی کچھ کام ہو رہا ہے۔ اس میں سے کوئی بھی چیز نقائص سے پاک نہیں ہے، لیکن یہ ہیں صرف چار یا پانچ ملک ہی۔ اور یہ ایک طریقہ ہے پیغام کو صحیح معنوں میں پہیلانے کا، اور ہر مالیاتی مرکز کو از خود بد عنوانی سے حاصل کیے ہوئے اثاثوں کے پیچھے لے جانے کا، نہ کہ یہ جب یہ کام شروع ہو جائے، اس کے بعد کچھ کیا جائے۔

مسٹر بیلر: اب ایک اور سوال، ایک پرانا لیکن اچھا سوال، اور میں اسے کسی حد تک جوں کا توں رکھ دوں گا۔ یہ سوال نیدرلینڈز سے تھا اور اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی فیس بک کے صفحے پر پوسٹ کیا گیا تھا تو سوال یہ ہے:- کیا کسی شخص کے کیریئر، اس کی سیاست، یا گھرانے سے کرپشن کا کوئی تعلق بنتا ہے؟ یہ دراصل طریقہ ہے ایک کلاسک سوال پوچھنے کا۔ کیا یہ صرف کلچر کا مسئلہ ہے؟ یعنی یہ کہ بعض لوگ ہوتے ہی کرپٹ ہیں، اور یہ سلسلہ کئی نسلوں سے جاری ہے، اور بس کام یونہی چلتا رہتا ہے۔ میں اس معاملے کو اپنے نقطہ نظر سے دیکھ رہا ہوں، لیکن لوگوں کے خیالات کے بارے میں مجھے تجسس ضرور ہے۔ اور آپ سب ایک مسئلے پر مختلف طریقوں سے کام کرتے ہیں۔ کیا یہ مسئلہ افغانستان جیسی جگہ کے ساتھ مخصوص ہے، یا ایسا نہیں ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں آپ کا خیال کیا ہے؟

مہر شاہ: میں اس سوال کا جواب دینا چاہوں گی خاص طور سے اس لیے کہ میں ایک مختلف ملک میں پلی بڑھی، اگرچہ اب میں امریکی شہری ہوں۔ میں بھارت میں پروان چڑھی، اور بھارت میں کلچر کو بہت سی چیزوں کا جواز بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ ان میں چھوٹے موٹے جرائم، کرپشن، عورتوں کے خلاف جرائم سے لے کر جنس کی بنیاد پر غیر مساوی سلوک تک شامل ہیں۔ اور میں کہتی ہوں کہ کلچر کو یہ معنی دراصل اس لیے پہنائے جاتے ہیں تا کہ ان لوگوں کی طرفداری کی جا سکے جن کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کلچر کو تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان ملکوں میں بھی، جہاں کرپشن کی جڑیں بہت گہری ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ کلچر کو بدلا جا سکتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے ملکوں میں بھی جہاں ایسے مسائل موجود ہیں جن کا تعلق ضروری نہیں کہ کرپشن سے ہو۔ جیسے عورتوں اور مردوں کے درمیان عدم مساوات۔ تعلیم کے ذریعے، حقوق کے نفاذ سے، حقوق کے نظام سے، صورت حال بدل گئی ہے۔ اسی طرح، کرپشن اور کرپشن سے متعلق مسائل کے حل سے کلچر تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس میں وقت تو لگتا ہے لیکن ایسا کرنا ممکن ضرور ہے۔ میں یہ دلیل تسلیم نہیں کر سکتی کہ اس مسئلے کا تعلق محض کلچر سے ہے۔

مسٹر بیلر: (مائیکروفون سے دور)

مہر لو: اگر آپ ایسا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے مکمل طور پر اتفاق کروں گی۔ میں یہ بھی کہوں گی۔ خود سے سوال پوچھیے۔ کیا یہ آپ کے لیے کارگر ہے؟ میرا خیال ہے کہ جواب شاید نا میں ہو گا۔ شاید آپ کے ملک میں بیشتر لوگوں کے لیے بھی یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ لہذا، ہو سکتا ہے کہ یہ کلچرل بات ہو، لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ ایسی کلچرل بات نہ ہو جس پر آپ گفتگو جاری رکھنا چاہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ لہذا اپنے آپ سے سوال کیجیے: کیا یہ آپ کے لیے ٹھیک ہے؟

مسٹر بیلر: آئیے میں کچھ سوالوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ سوالات اس بارے میں ہیں کہ خاص طور سے امریکی حکومت اس بارے میں کیا کر سکتی ہے۔ ایک سوال خاص طور سے اسسٹنٹ سکرپٹری سے تھا کہ ان کا بیورو آف ڈیموکریسی، ہیومن رائٹس، اور لیبر، کرپشن ان ملکوں میں جہاں کرپشن کے

خلاف جنگ لڑی جا رہی ہے، سول سوسائٹی کی مدد کے لیے کیا کر سکتا ہے۔ ایک اور سوال منافع بخش ملکیت کے غیر واضح پس منظر کے بارے میں تھا۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ آج بحث میں بار بار یہ فقرہ استعمال ہوا ہے۔ جو لوگ ان امور کو اچھی طرح نہیں سمجھتے، ان کے لیے دراصل یہ ایک کوشش ہے یہ سمجھنے کی ان شیل کمپنیوں کی پشت پر کون ہے، ان کا اصل مالک کون ہے۔ تو یہ ایک اصطلاح ہے جو پالیسی ساز ماہرین استعمال کرتے ہیں، لیکن دراصل یہ ان کمپنیوں اور کارپوریشنوں کی اصل ملکیت کو بے نقاب کرنے کی کوشش ہے۔ چند برسوں سے عالمی سطح پر یہ بہت سے گروپ اس بڑی کوشش میں مصروف ہیں۔

پس یہ ایک طرح کے جڑواں سوال ہیں۔ ایک بار پھر میں اپنے اختیارات کا فائدہ اٹھاتا ہوں: ان مسائل میں DRL کا رول کیا ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ سوال خاص طور سے آپ کے لیے ہے، ٹام۔ اور عام طور سے، آپ چاروں کے لیے۔ منافع بخش ملکیت اور شیل کمپنیوں جیسے مشکل مسائل میں، یورپی دارالحکومتوں میں یا واشنگٹن میں، مزید پیش رفت کے امکانات کیا ہیں؟ اور اگر میں اس پر ایک اور تہہ چڑھا دوں، تو ہم دوسرے ملکوں میں چھوٹے موٹے انتظامی کرپشن کی بات کرتے رہتے ہیں۔ اگر امریکہ جیسے ملک میں جہاں سیاست میں پیسہ لگا ہوا ہے، اور اربوں ڈالر کی رقم جس کی وجہ سے قانون سازی کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنا واقعی مشکل ہو جاتا ہے، اگر سیاسی طور پر انتظامی اداروں پر سیاسی قوتیں غالب آجائیں، تو کیا ہوگا؟

لہذا، میرے پاس سے آپ کو پھر کوئی آسان چیز نہیں ملے گی، لیکن بخوشی اظہار خیال کیجیئے۔

اسسٹنٹ سیکریٹری مالی نیوسکی: میں امریکی حکومت کے بارے میں یہ مختصر سی بات کہوں گا۔ ہمارا بنیادی کام یہ ہے کہ ہم اس مسئلے کا دستاویزی ریکارڈ رکھیں، اسے آشکار کریں، اسے رپورٹ کریں اور اس کی وضاحت کریں۔ اس مسئلے اور دوسرے مسائل کے درمیان تعلق کی وضاحت کریں جو ہمیں خارجہ پالیسی میں درپیش ہیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، اور اس پالیسی پر بحث کو آگے بڑھانے میں مدد دیں کہ ہمیں اس بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ ہم اپنے بیورو میں، دنیا بھر کی سول سوسائٹی کی تنظیموں کو فنڈز بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کرپشن سے جنگ کرنے کو اپنا مشن قرار دیتے ہیں۔ ہم مقامی کمیونٹیوں کو با اختیار بناتے ہیں تاکہ وہ بد عنوانیوں کو افشاء کر سکیں اور لوگوں کو اس بارے میں مقامی طور پر کچھ کرنے میں مدد دے سکیں۔ لیکن جو چیز امریکی حکومت کے لیے صحیح معنوں میں موثر ہوگی وہ اس اکثر استعمال ہونے والی اصطلاح کے تحت آتی ہے جسے پوری حکومت کے استعمال کا طریقہ کہتے ہیں کیوں کہ ہمیں واقعی محکمہ خزانہ، محکمہ خارجہ، محکمہ انصاف، وائٹ ہاؤس، ہر ایک کی ضرورت ہو گی اور ان سب کو مل کر عمل درآمد کے ان تمام وسائل کے ساتھ کام کرنا ہو گا جو ہمارے پاس موجود ہیں۔

اور جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے، ہم نے کانگریس کو صاف صاف بتا دیا ہے کہ ہم ایسی قانون سازی کی حمایت کریں گے جس کی وجہ سے شیل کمپنیوں کے لیے امریکی دائرہ اختیار میں زندہ رہنا کہیں زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں کئی تجاویز ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسا رویہ اختیار کریں جو حقیقت پسندانہ ہو اور ایسی چیز کی حمایت کریں جس کے کانگریس میں دونوں پارٹیوں کی حمایت حاصل کرنے کا امکان سب سے زیادہ ہو۔ میں نے امریکی کانگریس میں دوستوں کو بتا دیا ہے کہ انسانی حقوق کے بارے میں یہ اہم ترین قانون ہے جس پر وہ فوراً ووٹنگ کر سکتے ہیں۔

مہر شاہ: فائدہ بخش ملکیت اور شفافیت کے معاملے پر جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ اس سے قبل، میرے خیال میں جون میں، یورپی کونسل نے کالے دھن کی لائڈنگ کے خلاف ضابطوں میں ترمیمات کی تائید کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام یورپی ملکوں کو فائدہ بخش ملکیت کے بارے میں اطلاعات حاصل کرنی ہیں، اور انہیں کسی مرکزی اتھارٹی کو مہیا کرنی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ ترمیم واپس پارلیمنٹ کو جانی ہے اور وہاں اس پر بحث ہو گی، لیکن کئی یورپی ملکوں نے ان خطوط پر اقدامات کیے ہیں۔ برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ فائدہ بخش ملکیت کی ایک پبلک رجسٹری بنائے گا۔

غرض یہ کہ میں سمجھتی ہوں کہ وقت آگیا ہے کہ امریکہ دوبارہ اپنا قائدانہ کردار اختیار کر لے۔ امریکی کانگریس میں، ایوان نمائندگان میں اور سینیٹ دونوں میں، مسودہ قانون زیر غور ہے۔ نہ صرف دنیا کے لیے، بلکہ ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل کی بہت سے شاخوں کے لیے جو بڑے مشکل حالات میں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کام کرتی ہیں کہ ان ملکوں کے بد عنوان لیڈر شیل کمپنیوں کے ذریعے بہت آسانی سے اپنے پیسہ امریکہ میں لا کر اس دولت کے بل پر عیش نہ کر سکیں۔

مسٹر پیسے: فائدہ بخش ملکیت کے معاملے پر، میں گذشتہ 15 برس سے کام کر رہا ہوں۔ میں نے صرف گذشتہ تین برسوں میں اتنا سیاسی جوش و خروش دیکھا ہے۔ اور جیسا کہ ٹام نے کہا، یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، اور اسے یقیناً اسی سطح پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک اچھی علامت ہے۔ یہ حقیقت کہ G20 کی تنظیم بھی اس طرف توجہ دے رہی ہے، ایک اچھی علامت ہے کیوں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف کسی ترقی یافتہ ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ اسے زیادہ وسیع پیمانے پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ یہ حقیقت کہ ہم نے اب یہ کہنا چھوڑ دیا ہے کہ اس مسئلے کا مرکز آف شور (offshore) ہے اور اب ہم اس مسئلے کو آن شور (onshore) مراکز جیسے کہ برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے چیلنج کے طور پر تسلیم کر رہے ہیں۔ تو میرے خیال میں یہ سب چیزیں صحیح سمت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اب بھی چند بہت اہم مسائل باقی ہیں جن پر بات آگے بڑھ رہی ہے۔ اول، ترغیب تو یہی سوچنے کی ہوتی ہے کہ حل صرف ایک ہی ہے۔ ہمیں مسئلے پر توجہ دینی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ مختلف حل ممکن ہیں، اور ہمیں چاہیئے کہ ہر ملک پر زور دیں کہ وہ اپنے حالات کے مطابق مخصوص حل پر توجہ دے اور یہ دیکھے کہ نتیجہ کیا برآمد ہو گا بجائے اس کے کہ ایک حل سب پر ٹھونسا جائے پھر بھی بہت سا کام کرنا باقی ہے۔ ہم اب بھی عالمی سطح پر کام کر رہے ہیں، لہذا جو کام ہو رہا ہے، اس پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ دو سال پہلے G8 کی سربراہ کانفرنس میں جو کچھ ہوا تھا، ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ اس کے بعد کیا اقدام کیئے گئے ہیں اور ان کے کیا نتیجے نکلے ہیں۔ ہمیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ ہماری رفتار اور ہمارے جوش و جذبے میں کمی نہ آنے پائے لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری اڑان خلاؤں میں بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ ہمیں جزئیات پر توجہ دینی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ عملی طور پر کس طرح کام ہو رہا ہے اور اس پر مسلسل نظر رکھنی چاہیئے۔

تو ہاں، آثار تو اچھے ہیں۔ حوصلے بلند ہیں لیکن ہمیں اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیئے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ ہر جگہ ٹھوس تبدیلیاں آ رہی ہوں۔ یہ کام اسی صورت میں ہوگا جب کام کا جذبہ برقرار رہے گا ورنہ پورے نظام میں نئی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

مسٹر بیلر: بیدر، میں جانتا ہوں، اس شعبے میں آپ بہت کام کر رہی ہیں۔

مز لو: جی ہاں۔ امریکہ میں اور دنیا بھر میں، میں نے اس مسئلے پر بہت کام کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے یہ بات اہم ہے کہ آپ یہ بات جانیں کہ آپ اپنے خیال میں کس کے ساتھ کاروبار کر رہے ہیں، اور پھر آپ یہ پتہ چلا سکیں کہ دراصل وہ کون ہے جس کے ساتھ واقعی آپ کا کاروبار ہو رہا ہے۔ بنکاری کے نقطہ نظر سے یہ جاننا بہت اہم ہے کہ کیا آپ کرپشن کے ذریعے کمایا ہوا پیسہ تو قبول نہیں کر رہے ہیں؟ ٹھیک ہے نا؟ اشیاء کے حصول کے لحاظ سے یہ بات اہم ہے کہ اس بات کو سمجھا جائے کہ حکومت کا کنٹریکٹ دراصل کس کے ساتھ ہے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وہ ایسے لوگ نہیں ہیں جن کے ساتھ کاروبار کی ممانعت ہے، یا آپ کسی سیاسی عہدے دار کے ساتھ بزنس نہیں کر رہے ہیں جس نے خود کو کسی شیل کمپنی کے پیچھے چھپا رکھا ہے۔ اگر ایسا ہے، تو آپ کو مناسب اقدامات کرنے چاہئیں۔ ضروری نہیں کہ اس قسم کا کاروبار غیر قانونی ہو، اہم بات یہ ہے کہ آپ کس طرح بزنس کر رہے ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہر کاروباری مرد یا عورت کے لیے جسے کاروباری سودوں میں دلچسپی ہے، یہ سراغ لگانا اہم ہے کہ انہیں مال سپلائی کرنے والے لوگ کون ہیں۔ اس کمپنی کی پشت پر اصل میں کون ہے؟ آپ کا کاروباری سودا اصل میں کس کے ساتھ ہو رہا ہے؟ اصل بات کا نچوڑ یہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ

سول سوسائٹی کی بیشتر تنظیمیں جو اس مسئلے پر کام کر رہی ہیں، اس بات پر زور دے رہی ہیں کہ فائدہ بخش کمپنیوں کی ملکیت کی سرکاری طور پر رجسٹری ہونی چاہیے۔ کیوں کہ صرف حکومت کے پاس ہی یہ اطلاعات ہونی ضروری نہیں ہیں، بلکہ ہر ایک کے لیے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ اسے پتہ ہو کہ وہ مختلف سطحوں پر اور دنیا بھر میں کس کے ساتھ کاروبار کر رہا ہے۔ کیوں کہ کمپنیاں عالمی سطح پر کام کرتی ہیں، لہذا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا، اور کسی ایک ملک میں ایک حکومت یا فرد کے لیے یہ سمجھنا انتہائی اہم ہے کہ کسی دوسرے ملک میں کسی کمپنی کی پشت پر دراصل کون ہے، جس کے ساتھ کاروباری روابط قائم کیے جا رہے ہیں۔

لہذا جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے، تو دنیا بھر کے ملکوں میں ہم مختلف مراحل میں ہیں۔ بلاشبہ یورپ بہت آگے ہے۔ دراصل یورپی پارلیمنٹ نے ایک ترمیم منظور کر لی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ان کے خیال میں ٹرسٹ اور کمپنیوں کی فائدہ بخش ملکیت کی پبلک رجسٹریشن انتہائی اہم ہے۔ وزیرا کی یورپی کونسل نے یہ عندیہ دیا ہے کہ ان کے خیال میں بہتر یہ ہوگا کہ حکومت ایسی پرائیویٹ رجسٹریوں کو اپنے پاس رکھے جو صرف حکومت کے استعمال کے لیے ہوں۔ یہ چیز اس عمل کے ذریعے طے کرنی ہوگی جسے وہ سہ فریقی عمل کہتے ہیں۔ دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے۔

امریکہ میں کئی برسوں سے قانون سازی التوا میں پڑی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں ایوان نمائندگان اور سینیٹ، دونوں میں سات برس گزر چکے ہیں اور ہم اسے آگے نہیں بڑھا سکے ہیں ہماری ناکامی کی ایک وجہ یہ رہی ہے کہ امریکہ میں وزرائے خارجہ بہت عرصے سے اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ مجوزہ قانون سمجھوتے کی پیداوار ہے۔ سول سوسائٹی چاہتی ہے کہ یہ قانون زیادہ سخت ہو۔ میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتی ہوں کہ بالآخر امریکی حکومت کی طرف سے جو مسودہ قانون پیش کیے جانے کی امید ہے، ہمیں ان میں کچھ مسائل نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں تشویش ہے کہ اس مسودہ قانون سے ہمیں دراصل فائدہ بخش ملکیت کی اطلاعات نہیں ملیں گی، اور ہم فائدہ اٹھانے والے مالکان کے برخلاف، صرف رابطے کے ایک فرد کے بارے میں بات کریں گے۔ اور اس وقت جو تجویز میز پر ہمارے سامنے ہے جسے حکومت نے پیش کیا ہے، اس میں بڑا یہی مسئلہ ہے۔

ہمیں کچھ اور باتوں پر بھی تشویش ہے۔ مثلاً، یہ اطلاعات محکمہ خزانہ کے پاس رہیں گی۔۔۔ محکمہ خزانہ کے پاس نہیں بلکہ بطور خاص IRS یعنی انٹرنل ریونیو سروس کے پاس۔۔۔ دراصل وہ اسے ٹیکس کے ایک مسئلے کے طور پر دیکھ رہے ہیں، عمومی اہمیت کے کسی ایسے مسئلے کے طور پر نہیں کہ یہ کمپنیاں کس کے کنٹرول میں ہیں اور کس کی ملکیت ہیں۔ لہذا یہ دراصل انداز فکر کا مسئلہ ہے۔ میں بالکل یہ چاہوں گی کہ امریکی حکومت اس مسئلے کو سمجھے اور اس کے جو مختلف قسم کے مضمرات ہیں، ان پر توجہ دے۔ شکر یہ۔

مسٹر بیلر: ہاں، ذرا جلدی سے۔۔۔ شروتی۔

مہر شاہ: بیدر نے جو نکتہ اٹھایا ہے اس میں، میں یہ اضافہ کروں گی کہ فائدہ بخش ملکیت سے مقصد صرف یہ معلوم کرنا نہیں ہے کہ کمپنی کس کی ملکیت ہے۔ دراصل اس کا مقصد یہ پتہ چلانا ہے کہ کمپنی کو کون کنٹرول کرتا ہے، اس سے کون مستفید ہوتا ہے۔۔۔ کوئی ملک اس کا مالک ہے؟ اور ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح قانونی ملکیت نہ ہو، اور ہم نے دنیا کے بہت سے حصوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ پس یہ ایک اہم بات ہے۔ لہذا اس کی نشاندہی کرنا بہت ضروری ہے۔ اور جین پیسمے نے جو کچھ کہا، میں اس سے بھی متفق ہوں۔ یہ صرف سول سوسائٹی ہی نہیں ہے جو منافع بخش کی پبلک رجسٹریشن پر زور دے رہی ہے ہم کئی چیزوں کی کوشش کر رہے ہیں، کئی مختلف چیزوں کی، جن سے مدد ملے گی۔ ان میں منی لائڈنگ کے قوانین پر موثر عمل درآمد شامل ہے جس کے نتیجے میں مالیاتی اداروں کو یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ان کے گاہک کون ہیں، کڑی نظر رکھنی پڑے گی اور ان اطلاعات کی تصدیق کرنی پڑے گی۔ جیسا کہ بیدر نے کہا، صحیح طور پر یہ معلوم کرنا ہوگا کہ آپ کے کس ساتھ کاروبار کر رہے ہیں۔

مسٹر ہیلر: بہت خوب۔ ائیے، اب دنیا کے ایک مختلف حصے کی طرف چلتے ہیں۔ نائجیریا سے Sav نے ایک سوال پوچھا ہے جو میرے خیال میں دلچسپ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ واشنگٹن ڈی سی میں اگست میں امریکہ اور افریقہ کے ملکوں کا ایک بڑا سربراہی اجلاس ہوا تھا جس میں بڑی دلچسپ بحث ہوئی، ان لوگوں کے بارے میں جو یہاں موجود تھے اور حقوق اور کرپشن کے بارے میں۔ تو ان کا سوال ہے: افریقہ کے بیشتر لیڈروں میں کرپشن کے خلاف جنگ کے لیے حوصلہ اور قوتِ ارادی کا فقدان ہے۔ لیکن وہ ان لوگوں کو اختیار دینے کے لیے تیار نہیں جو ایسا کرنا چاہتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ ہم ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں جو تبدیلی لانا چاہتے ہیں؟ اور اگر میں ان کے خیال کو اپنے الفاظ میں بیان کروں، تو کیا ہم جتنیے والوں کو چُن سکتے ہیں؟ باہر کے لوگوں کی حیثیت سے، ہم سیاسی طور پر کتنے سرگرم ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مزلو: امریکہ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ ہم ایسا کبھی نہیں کرتے۔

مسٹر ہیلر: ایک بار پھر، ہر ایک کے لیے ایک اور آسان سوال ہے، یا شاید آپ میں سے کچھ لوگ اظہارِ خیال کرنا چاہیں۔ لیکن ہم ایسے افراد کی حمایت کیسے کر سکتے ہیں جن کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ وہ ان بہت مشکل حالات میں خطرات مول لینے کو تیار ہیں؟ (ہنسی)

اسسٹنٹ سکرپٹری مائوسکی: ہمارے سامنے مسئلہ جو کوئی بھی ہو، میرے خیال میں سیاسی فاتحین کو چننا ہمیشہ ایک غلطی ہوتی ہے۔ ہمیں اصولوں کا ساتھ دینا چاہیئے، شخصیتوں کا نہیں۔ میرے خیال میں امریکہ کی خارجہ پالیسی چلانے کے لیے یہ ایک اچھا اصول ہے۔ اور یہاں ہم ان اصولوں کی بات کرتے رہے ہیں جن کی ہمیں پاسداری کرنی چاہیئے، ہم لوگوں کے مفاد کے لیے کھڑے ہونے کی بات کرتے رہے ہیں۔ اس جنگ میں مرکزی حیثیت سول سوسائٹی، اور آزاد پریس، اور اداروں کو حاصل ہونی چاہیئے۔

ہاں، بعض مخصوص کیس ہوتے ہیں جن پر توجہ دی جانی چاہیئے یہ سوال نائجیریا سے آیا ہے جب کوئی ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں کرپشن کی روک تھام کے لیے کوئی مضبوط شخصیت سرگرم ہوتی ہے، اور کرپشن کے خلاف سرگرم اس شخصیت کو اگر اپنے فرائض کی انجام دہی پر ایک کنارے لگا دیا جائے، برطرف کر دیا جائے یا اسے عتاب کا نشانہ بنایا جائے، تو پھر ٹھیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی صورت میں امریکی حکومت کو اور دوسروں کو اس شخص کی پشت پناہی کرنی چاہیئے اس لیے کہ وہ ایک ادارے کی نمائندگی کر رہا ہے اور اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ لیکن میرے خیال میں، ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم یہ کہیں کہ یہ پارٹی یا یہ امیدوار عوامی عہدے کے لیے موزوں ہے، اور ہمارے خیال میں یہ وہ کام اچھی طرح انجام دے گا۔ اگر ایسا کیا گیا تو سب سے پہلے تو شاید وہ شخص داغدار ہو جائے گا۔ اس قسم کی تحریکیں خود ملک کے اندر سے اٹھنی چاہئیں۔ وہ معاشرے کا حصہ ہونی چاہئیں، اور انہیں بیرونی، غیر جانبدار، غیر سیاسی مہموں کی حمایت حاصل ہونی چاہیئے جنہیں پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سب کے ساتھ برابر کا سلوک کریں۔

مسٹر ہیلر: کیا کوئی اور اس سوال پر طبع آزمائی کرنا چاہے گا؟

مزلو: میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ میرے خیال میں سول سوسائٹی عام طور سے لوگوں کو جہاں تک ممکن ہو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنا چاہتی ہے۔ اور ہم عموماً ایسے لوگوں کو پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں جن کے بارے میں ہمارا خیال ہوتا ہے کہ وہ ان اقدار اور عقائد کے ہمنوا ہیں جو ہم قائم و دائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مسٹر ہیلر: ہمارے پاس چند مزید سوالوں کے لیے کچھ منٹ اور باقی ہیں۔ ایک بار پھر میں یاد دلادوں کہ #StateofRights ہے۔ تو اگر آپ Twitterverse میں مزید چند سوال ڈالنا چاہیں، اس سے پہلے کہ ہم اس پروگرام کو سمیٹیں، براہ مہربانی #StateofRights استعمال کیجیئے۔ یہ سوال ٹویٹر پر فرح کی جانب سے ہے۔ ملک کا نام نہیں لکھا، ہمارے پاس بس ان کا نام ہے: کرپشن کی نوعیت کے مد نظر، اس کی

بالکل درست پیمائش کے کون سے طریقے موجود ہیں؟ یہ ایک دلچسپ طریقہ ہے مینیجمنٹ کا یہ اصول یاد دلانے کا کہ اگر اسے ناپ نہیں سکتے تو آپ اس پر قابو نہیں پا سکتے۔

مز لو: صحیح۔

مسٹر ہیلر: آپ اسے انسانی حقوق تک وسعت دے سکتے ہیں۔ اس موضوع پر بہت عرصے سے بحث ہو رہی ہے کہ ہم انسانی حقوق کی پیمائش کس طرح کر سکتے ہیں، کرپشن کی یا شفافیت کی پیمائش کیسے کی جائے۔ مجھے اس پہلو پر پینل کے ارکان کا نقطہ نظر جاننے کا اشتیاق ہے۔ یہ کام کرنے کے بہتر یا بد تر طریقے کیا ہیں؟

مز لو: میں یہاں دخل دینا چاہوں گی کیوں کہ ہم پیمائش کے بہت سے کام کرتے ہیں۔ اور میرے ساتھ کام کرنے والے اقتصادی ماہرین یہ کہنے پر مجھ سے بہت ناراض ہوں گے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ جاننے کے لیے کہ کوئی مسئلہ موجود ہے، آپ کو پیمائش کی ضرورت نہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ صرف اتنا کافی ہے کہ آپ اس مسئلے کے درمیان رہ رہے ہوں۔ اور جب بد عنوانی میں کچھ کمی آ جاتی ہے تو آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔ آپ اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کا حصہ ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج ہماری توجہ معاشرے کے تمام شعبوں سے متعلق بہت زیادہ اعداد و شمار پر مرکوز ہے، چاہے وہ بین الاقوامی ہو یا قومی۔ اور میں یونیورسٹی آف شکاگو کی ایک گریجویٹ کی حیثیت سے یہ بات کہہ رہی ہوں، جو کہ ایک ایسی یونیورسٹی ہے جس میں اقتصادیات پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

مز شاہ: جی ہاں

مز لو: میری اقتصادیات کی پہلی کلاس کے دن، میرے پروفیسر نے کہا، "میں ایک بات پوری طرح واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اقتصادیات کے پورے مضمون میں، غلطی کا مارجن تقریباً 60 فیصد ہے۔ اس کی سیدھی سادھی وجہ یہ ہے کہ کسی قسم کا ماٹل بنانے کے لیے، آپ کو کچھ مفروضے بنانے پڑتے ہیں۔ اور وہ مفروضے بعض کیسوں میں واقعی بہت اہم ہو سکتے ہیں۔" ٹھیک ہے نا؟ لہذا ہمیں اعداد و شمار پر انحصار کرتے وقت اور جس چیز کی ہم بات کر رہے ہیں اسے سہارا دینے کے لیے انہیں استعمال کرتے وقت محتاط ہونا چاہیئے۔ میں چاہتی تھی کہ یہاں یہ بات آپ کے گوش گزار کر دوں۔

مسٹر پیسمے: میرا پس منظر ریاضی کا ہے۔ مجھے اعداد و شمار بہت پسند ہیں۔ (ہنسی۔) پس، بات اعداد کی نہیں ہے۔ برسوں تک میرا یہ خیال رہا کہ ناپنا تولنا اہم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام انتہائی مشکل ہوتا ہے، اور ہمیں اربوں کھربوں کی بات کرتے ہوئے انتہائی محتاط ہونا چاہیئے ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ اچھا ہے کہ ہمیں سائز کی درجہ بندی کا پتہ ہو لیکن ہمیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ اصل عدد دو ارب ہے، 10 ارب ہے، یا 15 ارب۔

مز لو: ٹھیک۔

مسٹر پیسمے: جو بات بہت اہم ہے، اور میرے خیال میں بد عنوانی کے انسداد کے لیے ہمیں اس معاملے میں زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ ہم انسداد بد عنوانی کے کاموں پر پبلک پالیسی کے اثرات کی پیمائش کریں۔ کیا ہماری توجہ صحیح چیزوں پر ہے؟ ایک پالیسی کے مقابلے میں دوسری پالیسی کے اثرات کیا ہوں گے؟ اور نفاذ قانون کے نقطہ نظر سے یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ قانون نافذ کرنے والے لوگ اکثر کیسوں کے بارے میں سوچتے ہیں، اور ایک کیس کا مطلب ہوتا ہے ایک کامیابی۔ لیکن بعض کیس دوسروں کے مقابلے میں کم اہم ہوتے ہیں۔ اور میرے خیال میں، یہ وہ مقام ہے جس میں کسی پالیسی کے اثرات کی پیمائش، خطرے کی سمجھ بوجھ، اور پالیسی کے اثرات کی پیمائش بہت اہم ہے۔ اور ضروری نہیں کہ کرپشن سے حاصل ہونے والی آمدنی میں اس عدد کا سب سے زیادہ یقین کے ساتھ تعین کیا جا سکے۔ میرا خیال ہے کہ ہم برسوں تک GFI سے اس معاملے پر بحث کرتے رہیں گے (ہنسی)۔ اور بحث کرنا اچھی بات ہے کیوں کہ

اس طرح ہم کم از کم بات کو آگے تو بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن پالیسی کے اثرات کی پیمائش کرنا بہت اہم ہے۔ تو میرا مطلب یہ ہے کہ کیا ہماری کامیابی یہ ہے کہ ایک ایک ڈالر بازیاب کر لیں اور کیا بات یہاں ختم ہو جاتی ہے؟ یا بات یہ ہے کہ ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ بین الاقوامی برادری نے اثاثوں کا 50 فیصد بازیاب کر لیا ہے۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن ہمیں اس نکتے پر بحث ضرور کرنی چاہیے۔

مہر شاہ: اس بحث کے بارے میں کہ آیا کرپشن پر قابو پانے کے لیے ہمیں اس کی پیمائش کرنا ضروری ہے، میں مختصراً کچھ کہنا چاہوں گی مجھے یاد ہے کہ چند سال قبل، میں نے ایک امریکی یونیورسٹی پروفیسر کی ایک تقریر سنی تھی جو مجھے اب بھی یاد ہے۔ انہوں نے تعاون کو بلیک ہول (black hole) کی مانند قرار دیا۔ اس لیے نہیں کہ اگر آپ ان کے نزدیک جائیں گے تو یہ آپ کو اپنے اندر جذب کر لیں گے، بلکہ اس پاس کے اجرام فلکی کی حرکات کے مشاہدے سے آپ جان سکتے ہیں کہ تعاون ہو رہا ہے۔ لہذا آپ صحیح معنوں میں تعاون کو محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جس میں کرپشن کی جڑیں بہت گہری ہیں تو آپ اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ آپ کے گرد ہر کوئی کس طرح کام کر رہا ہے، تو آپ اسے محسوس کر لیں گے۔ تو بس میں آپ سے یہی کہنا چاہتی تھی۔

مسٹر ہیلر: ٹام، میں چاہوں گا کہ آپ اس بات کو تھوڑا اور آگے بڑھائیں۔ میں سوچتا ہوں کہ بہت برسوں سے، محکمہ خارجہ کی انسانی حقوق کی رپورٹیں اس وسیع تر تحریک کو بہت موثر بناتی رہی ہیں اور ان سے خاصا دلچسپ سیاسی مواد ملتا رہا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ملکوں میں کرپشن کے بارے میں اسی قسم کی رپورٹوں کی ضرورت ہے؟ اس کے فائدے اور نقصانات کیا ہوں گے؟ کیا اس سے آپ جیسے لوگوں کو جو حکومت کے اندر کام کرتے ہیں، بہتر اور زیادہ کام کرنے میں مدد ملے گی؟ کیا اس سے نقصان ہوگا؟ کیا یہ کام غیرجانبداری سے کیا جائے گا؟ میں اس چیز کو محض ایک مفروضے کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔

اسسٹنٹ سیکریٹری مائوسکی: جب آپ اسسٹنٹ سیکریٹری فار ڈیموکریسی اینڈ ہیومن رائٹس کے عہدے کا حلف اٹھاتے ہیں، تو آپ کو اپنے خون سے حلف نامے پر دستخط کرنے پڑتے ہیں کہ آپ مزید رپورٹیں تیار کرنے کی مخالفت کریں گے۔ (ہنسی۔) اگرچہ ہمیں اپنی رپورٹیں بہت پسند ہیں، اور ان سے عمل کی تحریک ضرور پیدا ہوتی ہے۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میں نے اس بارے میں سوچا ضرور ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ میں اس بارے میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین نہیں کہ ہم اس سلسلے میں بہت اچھا کام کر سکیں گے، ایسی رپورٹیں تیار کر سکیں گے جو بالکل صحیح ہوں، جن میں کرپشن کی بالکل صحیح پیمائش کی گئی ہو، اور جن میں کرپشن کو، دنیا کے ہر ملک میں، منصفانہ انداز سے افشاء کیا گیا ہو۔ میرے خیال میں یہ کام ہمارے اس کام سے بھی زیادہ مشکل ہو گا جو ہم آج کل کر رہے ہیں، یعنی دنیا بھر میں حکومتوں کے ہاتھوں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو افشاء کرنا۔ اور اگر ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل جیسی تنظیم یا کوئی اور ادارے اس کام کو مکمل طور سے انتہائی عمدہ اور غیر جانبدارانہ انداز سے انجام دے سکیں، اور پھر اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اپنا اصل کام انجام دیں جو سب کے لیے یکساں طور پر قانون کا نفاذ ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت عمدہ تقسیم کار ہوگی۔

مسٹر ہیلر: میں اب گھڑی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ ہم ایک سوال اور لے سکتے ہیں، اور پھر ہم اس پروگرام کو سمیٹنا شروع کریں گے۔

مہر لو: کمرے میں کوئی اور بھی ہے۔

مسٹر ہیلر: جی ہاں، یہ بات صحیح ہے۔ شکریہ

مہر لو: اصل میں آج یہاں حاضرین موجود ہیں۔

مہر شاہ: (ہنسی۔) جی ہاں

اسسٹنٹ سیکریٹری مائوسکی: جی ہاں۔

مسٹر بیلر: در اصل مجھ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کہ میں بیش ٹیگ اور ٹوئٹر پر توجہ مرکوز رکھوں۔ لیکن یہ بات بالکل جائز ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہاں ہمارے پاس ایسا مائیکروفون ہے یا نہیں جو حاضرین تک جا سکے، لیکن اگر آپ بلند آواز سے بولیں گے تو مجھے یقین ہے کہ کام چل جائے گا۔ تو جو لوگ یہاں موجود ہیں، ان کے خیالات یا سوالات کیا ہیں؟ آئیے دیکھیں کتنے لوگ ہیں، اور ہمارے پاس کافی وقت ہے یا نہیں۔ ہم پچھلی نشستوں سے شروع کیوں نہیں کرتے، ایک، دو، تین۔ برائے مہربانی زور سے بولیے۔

مزلو: ہاں، ہمارے پاس مائیکروفون تو ہے۔

مسٹر بیلر: اچھا، تو ہمارے پاس مائیکروفون موجود ہے۔ ٹھیک۔ تو ہم جلدی سے یکے بعد دیگرے تین سوالات کیوں نہیں لیتے، اور پھر ہم ایک ہی پھیرے میں ان کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

سوال: آپ سب کا شکریہ۔ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کرپشن کی روک تھام کے لیے دنیا بھر کی مملکتیں جو کمیشن چلاتی ہیں، کیا وہ کمیشن ایک دوسرے کو باخبر رکھتے ہیں، آیا ان کے کام کرنے کے طریقے الگ الگ ہیں یا نہیں؟

مسٹر بیلر: تو یہ کمیشنوں کے بارے میں وہی پرانا لگا بندھا سوال ہے۔ کیا آپ میں سے کوئی اور ہے جو تیزی سے مائیکروفون کے سامنے جا سکے، یا کیا ہم مائیکروفون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہیں۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: میرا خیال ہے کہ لوگوں کی آواز ہم تک پہنچ رہی ہے۔

مسٹر بیلر: ہاں، ٹھیک ہے۔ آپ شروع کریں اور اپنا سوال پوچھیں، اور ہم کوشش کریں گے اور اسے دہرا دیں گے۔

مزلو: شروع کیجیے اور پوچھیے۔

مسٹر بیلر: صرف ایک سیکنڈ ٹھہریے۔ تیزی سے مائیکروفون ان کی طرف بڑھا دیجیے۔ شکریہ۔

سوال: اس بارے میں کافی بحث ہوتی رہی ہے کہ کرپشن سب سے اوپر کی سطح پر کیسے شروع ہوتا ہے، اور ٹرانسپیریئنسی انٹرنیشنل نے اس کا ذکر Unmask the Corrupt نامی مہم میں کیا ہے، جس کا محور اقتدار اور قانونی مواخذے سے بچے رہنے کا رویہ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اونچے درجے کے کرپشن کو، خاص طور سے، بین الاقوامی جرم کا درجہ ملنا چاہیے۔ آج کل صرف انٹرنیشنل کرمینل کورٹ ہے جو سربراہان مملکت پر فرد جرم عائد کر سکتی ہے۔ کیا ایسی بین الاقوامی اینٹی کرپشن کورٹ کے قیام کے بارے میں سوچنا مناسب ہوگا، جو کرپشن کی سب سے اونچی سطحوں سے نمٹ سکے؟

مسٹر بیلر: اور آخری سوال یہاں سامنے کی نشستوں سے لیجیے۔

سوال: ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ انٹرنیٹ پر ڈالنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے تا کہ لوگ دیکھ سکیں کہ کیا ہو رہا ہے، سودے کس طرح ہوتے ہیں، اور ہر فریق کتنا داؤں پر لگا رہا ہے، اور ان کا پیمانہ کیا ہے؟

مسٹر بیلر: بہت خوب۔ شکریہ۔ تو ہم کیوں نہ قطار کے آخر سے شروع کریں۔ میں ٹام کے قریب ہونے کا فائدہ نہیں اٹھا رہا ہوں۔ پھر بھی ہم اسسٹنٹ سکرپٹری سے آغاز کر سکتے ہیں۔ آپ جتنے سوال، ایک، دو یا تین لے لیں، اور پھر بعد میں ہم بحث کو سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: دراصل میں تو چاہتا یہی ہوں۔ (ہنسی)۔

مز شاہ: شکر یہ۔ آپ کے سوال کا جواب میں دیتی ہوں، یعنی بڑی کرپشن کے لیڈروں پر مقدمہ چلانے کے لیے عدالت کا سوال۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر آج کل بہت زیادہ بحث ہو رہی ہے کیوں کہ جج وولف نے اخبار واشنگٹن پوسٹ میں ایک مضمون لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ سے یہ بحث پھر شروع ہو گئی ہے۔ ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل نے اب تک اس معاملے کے بارے میں کسی سرکاری موقف کا اعلان نہیں کیا ہے لیکن ہم اس پر غور کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سزا سے بچ نکلنا اور قانون کو نظر انداز کر دینا ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل کی ان شاخوں کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو ساری دنیا میں بہت سے مختلف حالات میں کام کر رہی ہیں۔ ہم جج وولف کے ساتھ بھی اس مسئلے پر تبادلہ خیال کرتے رہے ہیں۔ یہ مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔ کافی دنوں سے ہم اس پر توجہ دے رہے ہیں لیکن ہمیں عملی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن کا تعلق اقتدارِ اعلیٰ سے ہے، اس بات سے ہے کہ کیا آپ دنیا کے ملکوں سے اس قسم کے معاہدے پر دستخط کروا سکتے ہیں۔ اور اگر بڑے بڑے ملک جیسے بھارت، چین، افریقہ کے ملک اس پر دستخط نہ کریں، تو پھر اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ بہت سے پیچیدہ سوال پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ہم اس پر غور کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرانسپیرینسی انٹرنیشنل کی تحریک کا اس سال کا تھیم ہے Unmask the Corrupt یعنی بد عنوانی کو بے نقاب کرو۔

مسٹر پیسے: میں دو مختصر سی باتیں کہنا چاہوں گا۔ جہاں تک کرپشن کے انسداد کے لیے کمیشنوں کا تعلق ہے، اس پر بحث چل رہی ہے، اور اگرچہ میں اس شعبے کا ماہر نہیں ہوں، لیکن اپنے ساتھیوں سے جو بنک میں اس موضوع پر کام کر رہے ہیں، پتہ چلا ہے کہ اس بارے میں جو شواہد سامنے آئے ہیں وہ ملے جلے ہیں کہ آیا صرف کرپشن کی روک تھام کے لیے بنائے جانے والے کمیشنوں کے نتائج ہمیشہ توقع کے مطابق ہوں گے۔ لہذا یہ بڑی حد تک ملک کے حالات پر منحصر ہے۔ اس کا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے بہت واضح سیاسی اشارہ ملتا ہے۔ اس سے بہت سے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں کہ اسے ملک کے قانونی نظام میں کس طرح سمویا جائے، ضابطے کی کارروائی کس طرح ہو، مقدمے کیسے چلائے جائیں، وغیرہ۔ لہذا میرے خیال میں ہمیں کرپشن کی روک تھام کے اقدامات کے بارے میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے، اور مقامی حالات اور موجودہ اداروں کی سالمیت اور افادیت پر بھی نظر ڈالنی چاہیئے۔ سوال صرف کسی خود مختار مخصوص نوعیت کا کام کرنے والی ایجنسی کی تخلیق کا نہیں، ہمیں اصول کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ بعض حکام اس کام کے انچارج ہوں۔

جہاں تک بین الاقوامی عدالت کا تعلق ہے، تو بنک کا اس بارے میں کوئی نظریہ نہیں ہے۔ کرپشن کے حوالے سے میں صرف ایک چیز پر زور دینا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ قانون اور عمل در آمد میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک Anti-Bribery Convention موجود ہے۔ وہ برسوں سے قائم ہے۔ ایک United Nations Convention against Corruption (UNCAC) بھی موجود ہے۔ اگر آپ موجودہ قانون کو دیکھیں، تو پتہ چلے گا کہ عمل در آمد میں فرق بہت زیادہ ہے۔ لہذا میرا جزوی جواب یہ ہے کہ پہلے جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے، اس میں سے کسی چیز کا انتخاب کیجیئے۔

مز لو: ٹھیک۔

مسٹر پیسے: اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ جو بھی وسائل ہمارے پاس دستیاب ہیں، ہم پہلے انہیں ہر ممکن حد تک استعمال کریں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں پتہ چلے کہ کتنے بڑے خلا، اور بڑے مسائل پھر بھی باقی رہتے ہیں، لیکن ہمیشہ ہوتا یہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ کوئی نئی چیز تخلیق کی جائے بجائے اس کے کہ پہلے اس چیز کو استعمال کیا جائے جو ہمارے پاس موجود ہے، اور صحیح معنوں میں سمجھا جائے کہ انجانے خطرات کہاں موجود ہیں۔ اگر آپ OECD کی کرپشن اور رشوت ستانی کو ختم کرنے کی مہم کی طرف دیکھیں، تو آپ دیکھیں گے کہ دستخط کرنے والے بعض ملکوں کو قوانین پر عمل در آمد کرنے میں برسوں لگ گئے ہیں۔ اور کسی حد تک، کوئی بین الاقوامی عدالت یہ کہنے کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے، "اب یہ ہمارا کام نہیں رہا۔ اب عدالت اس معاملے سے نمٹے گی۔" تو جہاں تک عالمی سطح پر اجتماعی کارروائی کا تعلق ہے، سب کچھ کرنے کے بعد بڑی حد تک منفی نتیجہ بر آمد ہو گا۔

مسٹر ہیلر: بیدر، آخری نکات؟

مز لو: میں ایک ایسی چیز کی بات کروں گی جو اختلافی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب ہم بین الاقوامی فوجداری عدالت کی بات کرتے ہیں، تو میرے لیے یہ کہیں زیادہ بڑی چیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایک معاشرہ ہے، ایک دنیا ہے جس میں پیسے کے لیے کوئی سرحدیں نہیں ہیں، ٹھیک ہے نا؟ یہ پیسہ پلک جھپکتے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کیا جا سکتا ہے، اور اس پر کوئی بڑی پابندیاں بھی نہیں ہیں۔ اس کے باوجود، دنیا کے اندر ایک قانونی ڈھانچہ موجود ہے۔ دنیا خود مختار قوموں اور خودمختاری کے قوانین کے تحت منقسم ہے۔ پس، قانون کا نفاذ کرنے والے ادارے اس پیسے کا تعاقب اس طرح نہیں کر سکتے جس طرح یہ پیسہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہے۔ اور عالمگیریت کے حوالے سے ہر چیز میں یہی ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عالمگیریت کوئی بری چیز ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اب تک دنیا میں قوانین کے نفاذ کا کوئی طریقہ دریافت نہیں کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ ہمیں عام طور سے بہت کچھ سوچنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک اس قسم کی سرگرمیوں اور سودوں کو انٹرنیٹ پر لانے کا تعلق ہے، تو ظاہر ہے کہ بعض سودے ایسے ہوں گے جو کبھی بھی انٹرنیٹ پر نہیں آئیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن اب یقیناً کہیں زیادہ بڑی تحریک چل رہی ہے کہ بہت سے کنٹریکٹس کو، جن میں یقیناً سرکاری کنٹریکٹ شامل ہیں، پبلک ڈومین میں لایا جائے تاکہ لوگ انہیں دیکھ سکیں، اور یہ جان سکیں کہ کیا ان میں بعض لوگوں سے چھپا کر پرائیویٹ سودوں کی گنجائش موجود تھی، اور کیا جو سودے کیے جا رہے ہیں وہ مناسب ہیں۔ اس بات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بے ایمانی سے کوئی ادائیگی کی گئی ہو گی، کیوں کہ سودا اتنا زیادہ گھٹانے کا ہے؟ میں یہ بھی کہوں گی کہ اس قسم کے بہت سے سرکاری ٹھیکوں میں جب ہم بین الاقوامی ٹھیکوں کی بات کر رہے ہوتے ہیں، آپ کو اقتدارِ اعلیٰ کے استثناء کی بہت واضح شقیں ملیں گی۔ یہ ایک اور چیز ہے جس پر نظر رکھنی چاہیے۔ مختصر یہ کہ اس کے لیے زور دار تحریک چل رہی ہے۔ میرے خیال میں بہت سے ملکوں میں ایسا ہو رہا ہے۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ فلی پینز میں بہت سنجیدگی سے ایسی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ کولمبیا بھی اس شعبے میں بہت سا کام کر رہا ہے لہذا میں آپ سے کہوں گی کہ اگر آپ گوگل پر کسی قسم کی سرچ کر رہے ہیں، وہ چیزیں جن کی آپ حمایت کرنا چاہتے ہیں، جن میں دلچسپی لینا چاہتے ہیں، تو اس چیز پر نظر رکھیں۔ یہ ایک اچھی کوشش ہو گی۔

مسٹر ہیلر: میں ایک ضمنی بات کہنا چاہوں گا۔ یہاں Hub میں ایک بڑی دلچسپ پیش رفت ہوئی ہے۔ ایک نئی تحریک چل رہی ہے جسے اوپن کنٹریکٹنگ تحریک کا نام دیا گیا ہے، اور وہ سکرپٹری جنہیں عالمی بنک سے حالیہ مہینوں کے دوران الگ کیا گیا ہے، کل وقتی طور پر اس پراجیکٹ پر کام کرتے رہیں گے لہذا اگر آپ ایسے لوگوں سے بات کرنا چاہتے ہیں جو اس پوری تحریک کے، سرکاری ٹھیکوں کی کارروائی کو سب کے لیے کھولنے کی تحریک کے، صحیح معنوں میں ماہر ہیں، تو آپ کو یہاں آنا چاہیے۔

اسسٹنٹ سکرپٹری، آخری کلمات؟

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: جی ہاں، شاید مجھے آپ کے خیال انگیز تبصرے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بد عنوانی سے حاصل کیئے ہوئے فنڈز کی بین الاقوامی نظام میں منتقلی کے خلاف کارروائی کے لیے ہمارے پاس وسائل اور طریقہ کار موجود ہے۔

مز لو: لیکن اس کی رفتار سست ہے۔

اسسٹنٹ سکرپٹری مانوسکی: ٹھیک ہے، لیکن یہ بات کسی بھی معاشرے میں جہاں قانون کی حکمرانی ہوتی ہے، نفاذِ قانون کی کسی بھی تفتیش پر صادق آتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ امریکہ اب بھی بین الاقوامی بنکاری نظام کا اعصابی مرکز ہے۔ اور اگر آپ کوئی ایسا سودا کر رہے ہیں جو بیلابیم میں شروع ہوتا ہے اور نائجیریا میں ختم ہوتا ہے، تو ضروری نہیں کہ آپ اصل میں امریکہ کو بیچ میں

لائے بغیر یہ کام کر رہے ہوں۔ بلکہ اصل صورتِ حال اس کے خلاف ہوگی۔ لہذا ہمارے پاس غیر معمولی گنجائش اور اس لیے، میرے خیال میں، بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ آپ کرپشن کے خلاف بین الاقوامی مہم کے اعصابی مرکز میں موجود ہوں۔ اس کام کو صحیح طریقے سے انجام دینے کے لیے، آپ کے پاس کارروائی کے لیے حقائق پر مبنی ٹھوس بنیاد ہونی چاہیئے۔ آپ کے پاس اچھی انٹیلی جینس ہونی چاہیئے۔ اور ایسا کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ ہمارا معاشرہ قانون کی حکمرانی کے اصول پر قائم ہے۔ ہم محض اپنے اس اندازے پر کارروائی نہیں کر سکتے کہ فلاں لیڈر بد عنوان ہے کیوں کہ بظاہر ایسا ہی ہے۔ ہمارے پاس ثبوت ہونا چاہیئے، ہمیں یہ کام صحیح طریقے سے کرنا چاہیئے۔ لیکن جب ہمارے پاس مطلوبہ ثبوت موجود ہو اور جب ہمارا عزم پختہ ہو، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں اتنی صلاحیت موجود ہے کہ ہم کسی قسم کی کثیرملکی بین الاقوامی عدالت کے بغیر بھی، ہم اس کام کو اچھی طرح انجام دے سکتے ہیں کیوں کہ ہمارے پاس آج کل بھی وسائل اور طریقہ کار موجود ہیں جنہیں ہم بروئے کار لا سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف بین الاقوامی عدالت کو اس مرحلے تک لانے میں جب وہ پوری طرح کام کرنے لگے، ہمارے تعاون اور یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ اس قسم کی عدالت اچھی چیز ہے، برسوں لگ جائیں گے۔

مسٹر ہیلر: تو یہ سلسلہ بہت دیر تک چل سکتا تھا، لیکن ایسا ہوگا نہیں۔ یہاں تشریف لانے پر آپ سب کا شکریہ۔ مجھے چند مختصر کلمات میں یہ بتانے دیجیئے کہ یہ بات چیت اب آگے کدھر جائے گی۔ اول، اگر آپ کے پاس مزید سوالات ہوں، تو آن لائن گفتگو جاری رہے گی۔ لہذا بیش ٹیگ کو نہ بھولیئے، خاص طور پر ٹوئٹر پر، #StateofRights، تا کہ ہم اجتماعی طور پر ان سوالات پر بحث و تمحیث جاری رکھ سکیں۔ میں ان نوٹس کو تلاش کر رہا ہوں۔ آج کے پروگرام کا وڈیو محفوظ کر لیا جائے گا اور اس کا ٹرانسکرپٹس کئی زبانوں میں humanrights.gov پر آنے والے دنوں میں دستیاب ہو گا۔ محکمہ خارجہ کا تہہ دل سے شکریہ کہ اس نے اس کام میں اتنی محنت کی۔ اور وہ لوگ جو آج یہاں آئے، آپ سب کا ایک بار پھر شکریہ کہ آپ یہاں آئے۔ اس قسم کے پروگرام میں اتنے لوگوں کی موجودگی واقعی خوشی کی بات ہے۔ اور ہمیں تالیوں کی گونج میں یہ پروگرام ختم کرنا چاہیئے، ان چار خواتین و حضرات کے لیے جو یہاں موجود ہیں، سوشل میڈیا کی میز کے لیے جو اس تمام مواد کو جمع کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اور باقی تمام لوگوں کے لیے جنہوں نے سوالات پوچھے۔ آپ سب کا شکریہ۔ کیوں نہ ایک بار پھر تالیاں بجا کر اور پھر آن لائن اس سلسلے کو جاری رکھ کر ہم اس پروگرام کو ختم کریں۔ آپ سب کا شکریہ۔ (تالیاں)

###